جُوتے کے متعلق احکام اسلام سے سوال وجواب

(جس میں اہل اسلام کے یورپ کی طرز نشست و لباس اختیار کرنے پر دلچسپ بحث ہے)

سوال جوتا پہنکر مسجد میں جانا۔ اور نماز پڑھنا بحکم دین اسلام جائز ہے یا افضل یا ممنوع اور جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب

بصورت پاک اور صاف ہونے جوتے کے جوتا پہن کر مسجد میں جانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے (۲) اور بصورت ناپاک ہونے کے ممنوع (۳) اور بارادہ مخالفت یہود و اہل تشدد افضل ہے۔ (۴) اور جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا اگر جواز سے انکار نہ ہو افضل ہے۔ (۵) اور اگر مسجد میں بوریا۔ دری وغیرہ پارچات کا فرش ہو تو جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور جوتے سمیت مسجد میں جانا اضاعت وغیرہ مُصرفین متکبرین یورپ کی سُنت ہے جس سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔

اِن احکام خمسہ سے پہلے دو حکم تو منصوص ہیں اور احادیث نبویہ صحیحہ کا عین منطوق اور پچھلے تین حکم آیات و احادیث کا مفہوم و مفاد ہیں جس میں علماء اسلام کے تفقہ و اجتہاد کا دخل بھی ہے۔

اِن احکام کے دلائل بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ شاہزادہ ولی عہد اور ان کے مقامی جانشین پنجاب کا جامع مسجد دہلی میں کسی حد تک بوٹوں سمیت داخل ہونا وقوع میں آیا اور اس سے پہلے سکھوں کے مذہبی دربار امرتسر میں منتظمین دربار کی اس درخواست پر کہ اگر شاہزادہ ولیعہد دربار میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو بوٹوں کے اوپر موزے پہن لیں۔ شاہزادہ ولیعہد نے دربار میں داخل ہونا پسند نہ کیا۔ تو اسپر اسلامی اخباروں کے ایڈیٹروں نے سکھوں کی مذہبی ثابت

قدمی بُو اولو العزمی اور غیرتِ دینی کی بہت تعریف کی۔ اور مسلمانانِ منتظمین جامع مسجد دہلی پر بہت جوش سے لے دے کی۔ پھر منتظمین جامع مسجد کی طرف سے بعض اخباروں نے معذرت و حمایت کی تو دُوسری جانب سے اس معذرت کو عذرِ گناہ بدتر از گناہ قرار دیا گیا +

اِس خادم الاسلام و المسلمین نے اِس آتشِ جوش پر پانی ڈالا۔ اور روزانہ پیسہ اخبار ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء میں اس مضمون کا ایک نوٹ چھپوایا کہ بانیٔ اسلام اور دینِ اسلام اس جوش کی اجازت نہیں دیتے اور اس میں حق بجانب معترضین نہیں ہے۔ تو اِس نوٹ سے وُہ جوش دب گیا۔ اور پھر اِس کے خلاف میں کوئی مضمون ان اخباروں میں نظر نہ آیا +

اِس نوٹ میں خاکسار نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اِس بارہ میں رسالہ اشاعت السنة میں تفصیلی بحث کی جائیگی۔ جس میں شرعی دلائل سے جُوتیوں سمیت مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کی اجازت ثابت ہو گی وُہ وعدہ اب پُورا کیا جاتا ہے۔ مگر از بیان دلائل ہم اپنے اسلامی بھائیوں اخبار نویسوں کو نصیحت کرنا واجب اور اپنا منصبی فرض سمجھتے ہیں کہ مُلکی معاملات میں رجو ان کے اخباروں کا موضوع ہے) جہاں تک وُہ چاہیں خامہ فرسائی اور طبع آزمائی کیا کریں۔ یہ ان کا حق ہے اور منصبی فرض ہے۔ مگر مذہبی معاملات میں اور دینی مسائل میں ان کو دخل دینا ایسا ہے جیسا کسی طفلِ نادان کا دخل در معقولات۔ دینی مسائل میں نہ تو وُہ اپنی رائے نارسا کو درج اخبارات کیا کریں۔ اور نہ نام کے علماء نامہ نگاروں یا خود بخود مفتی بن جانے والوں کی تحریرات اور فتاوے کو مشتہر کیا کریں۔ اور اگر وُہ ان تحریرات اور فتاوے کو درج اخبار کرنے سے اپنی اخباروں کو فروغ دینے اور طالبین دین کی نگاہوں میں اُن کو پاپولر (عام پسند) یا یوسفل (مفید) بنانا۔ اور اس ذریعہ فلوس کمانا چاہتے ہیں۔ تو وُہ خدا تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن وعیدات سے ڈریں۔ جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ ایک آیت میں یہ وعید آئی ہے کہ جو شخص اپنے عمل

من کان یرید الحیوٰة الدنیا و زینتها نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون	(دین) سے صرف دُنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہے۔ اس کو ہم دُنیا میں اس عمل کا

اولٰئك الّذين ليس لهم فی الاخرة الّا النّار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون ۝ (هود-ع-۲)	بدلہ دیتے ہیں۔ اور اس میں ان کو کمی نہیں رہتی۔ مگر آخرت میں ان کو بجز آگ کچھ نہیں ملیگا۔ اور ان کا کیا کرایا اکارت جائیگا ÷
عن انس قال رسول الله صلعم من طلب العلم ليجاری به العلماء او ليماری به السفهاء اوليصرف وجوه النّاس اليه ادخله النار (مشکوٰۃ ۲۶)	ایک حدیث میں یہ ڈر سنایا گیا ہے کہ جو شخص علم (یعنے دینی و مذہبی) اس لئے سیکھتا ہے کہ لوگوں کے مُنہہ اپنی طرف متوجہ کرے۔ اللہ تعالے

اس کو آگ (جہنم) میں ڈالیگا۔ یہی حکم دین سکھانے اور لوگوں کو مسائل دین بتانے کا ہے ÷

عن ابی هريرة قال رسول الله صلی الله عليه وسلّم من تعلّم علماً ممّا يبتغی به وجه الله لايتعلمه الّا ليصيب عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنّة يوم القيمة يعنی ريحها - رواه احمد (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)	ایک حدیث میں یہ ڈر سنایا گیا ہے کہ جو شخص علم جس سے خدا تعالےٰ کی رضا طلب کیجاتی ہے۔ صرف اس غرض سے سیکھتا ہے کہ اس سے وہ دنیا کماوے وہ بہشت کی خوشبو تک نہ پائیگا۔ ایسا ہی دین سکھانے اور

لوگوں کو مسائل دین بتانے کا حکم ہے ÷

اِن ہی آیات واحادیث سے مستنبط ایک مسلّم اُستاد کا یہ شعر ہے ؎

میادا دلِ آں فرومایہ شاد ۔۔۔ کہ از بہر دُنیا دہد دیں بباد

اور وُہ اپنے کانشنس (ضمیر) اور خوفِ خُدا سے کام لیکر یہ **سوچیں** کہ کیا اگر وہ مُلکی معاملات میں راست بازی سے کام لیکر سنجیدہ رائے ظاہر کریں۔ جیسے بعض غیر اسلامی خصوصاً انگریزی اخبار (جو مسائل مذہبی سے تعرض نہیں کرتے) کر رہے ہیں اور اسی سے وہ پاپولر اور پوسفل ہیں اور خوب خلوص کماتے ہیں۔ تو کیا یہ امر اُن کی ترقی اور زرکشی کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور اگر صرف راستی سے ان کا کام نہیں چلتا۔ اور بتقلید اس قول بعض غیر متدین دُکانداروں کے کہ میاں جھوٹ کے بغیر دوکان نہیں چلتی ضرور اُنہوں نے جھوٹ سے ہی کام لینا ہے تو

پھر ان کے لئے جھوٹے تجارتی خصوصاً طبی اشتہار کافی ہیں۔ اور علاوہ بریں ناولوں کے مضامین مذاق۔ تصاویر۔ اشعار وغیرہ ہزلیات جن کی طرف آجکل عام طبائع زیادہ مائل و متوجہ ہیں کافی سے زیادہ ہیں۔ وہ مسائل دین کو طالبان دین کے دام میں لانے کے لئے کیوں شکنجہ بناتے ہیں۔ اور غلط مسئلے اور جھوٹے فتوے شائع کرکے نادان دینداروں کو کیوں بہکاتے ہیں۔ اور حافظ کے اس شعر کو خیال میں نہیں لاتے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

پہلے تو یہ کام علماء سوء نے اختیار کر رکھا تھا جن کو آنحضرت صلعم نے شر العلماء و شر من تحت ادیم السماء کا خطاب دیا ہوا ہے۔ اور ان کے فتووں کو قیامت کی علامت ٹھیرایا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث

قال رسول اللہ صلعم فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فقال کیف اضاعتہا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (بخاری صفحہ ۱۴)	صحیح بخاری میں آیا ہے کہ جب کوئی کام اس شخص کے سپرد ہو جو اس کا اہل نہ ہو تو تم قیامت آنے کے منتظر رہو۔ اس کی تفصیل و تفسیر بخاری و مسلم کی دوسری

حدیث میں یوں آئی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ (قیامت کے قریب) بندوں کے سینوں سے

قال رسول اللہ صلعم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جھالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳)	علم نکال نہ لیگا۔ لیکن علماء کو فوت کر دینے سے علم کو قبض کریگا۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہ چھوڑیگا تو لوگ جاہلوں کو اپنا دینی سردار بنا لیں گے۔ پھر ان سے لوگ مسائل دینی پوچھیں گے تو وہ ان کو بے علمی سے فتوے

دیئے۔ پس آپ گمراہ ہونگے اوروں کو گمراہ کرینگے۔

قال رسول اللہ صلعم الا ان شر الشر شرار	ان ہی گمراہوں کے حق میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے

العلماء وخير الخير خيار العلماء رواه الدارمی (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹)

عن زیاد بن حدیر قال لی عمر هل تعرف ما یهدم الاسلام قال قلت لا قال یهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمة المضلین - رواه الترمذی (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹)

عن ابن سیرین قال ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم - رواه مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹) +

کہ بدترین بدوں کے بد علما ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کو ڈھا دینے والی چیزیں (تمام کے) عالم کا پھسل جانا ہے۔ اور منافق کا کتاب اللہ میں جھگڑنا اور گمراہ اماموں کا دین میں حاکم ہو جانا +

اسی خوف و خیال سے حضرت ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ علم (مسائل دین) دین ہے پس جب تمہیں دین میں کوئی شخص کوئی بات کہے تو تم یہ دیکھو کہ وہ شخص ہے کون جس سے تم مسائل دینی کا علم حاصل کرتے ہو۔ (یعنی واقعی عالم دین ہے یا نام کا عالم اور درحقیقت جاہل وہ شرار العلماء سے یا عالم خیار العلماء سے فتوے دینے میں خوب ماہر اور منجھا ہوا ہے۔ یا صرف چند کتابیں پڑھ کر یا کسی مدرسہ یا یونیورسٹی میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مفتی بن بیٹھا ہے) یہ علماء سوء کا حال و عمل تھا +

اب ایڈیٹران ملکی اخبار نے ان علماء سوء کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اور ان کے غلط اور گمراہی کے بھرے ہوئے فتووں کی ملک میں اشاعت کو اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اور کبھی کبھی وہ خود بھی مفتی بن بیٹھتے ہیں۔ اور صاف یہ لکھ دیتے ہیں کہ ہماری رائے فلاں مسئلہ میں یہ ہے +

کوئی اتفاقی اور اجماعی حکم حرمت سود قرض کو مٹاتا اور اس سود کو حلال بناتا ہے۔ کوئی حکم شرعی پردہ کی پردہ دری کر رہا ہے۔ کوئی پانچ وقت نماز پڑھنے اور عربی میں اس کے ادا کرنے کو اڑا رہا ہے۔ کوئی حکم توریث شرعی کو مٹا رہا ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور ہمارے اخبار نویس اسلامی بھائی ان کفریات کو بڑے ذوق و شوق سے اخباروں میں مشتہر کر دیتے ہیں۔ اور ان اخبار نویسوں یا ناظرین اخبارات سے کوئی نہیں پوچھتا کہ جن لوگوں نے ان مسائل و فتاوے کو تحریر

یا مشتہر کیا ہے - وہ کون ہیں اور کس قدر علم رکھتے ہیں - اُنھوں نے کس مدرسہ میں پڑھا - اور کہاں تک علم دین حاصل کیا - اور کب سے کب تک ان کو درس و افتا کا اشتغال رہا - اور کن اشخاص اہل علم و دین میں ان کا علم و عمل و فتوے مُسلّم ہوا +

اِن باتوں کو مطلق نہیں دیکھا جاتا - اور ان کے فتووں اور مسئلوں کو بانس پر چڑھایا جاتا اور اکناف عالم میں پھیلایا جاتا ہے - خاکسار خادم الاسلام والمسلین اپنے بھائی اسلامی ایڈیٹروں کو آگے بھی جلد ۲۰ رسالہ میں بضمن مضمون اسلامی اخبار اور کفریات کا اشتہار یہ نصیحت کر چکا ہے کہ اس قسم کے مسائل اخباروں میں شائع کرنے کا آپ لوگ حق نہیں رکھتے - اور اگر ان کو شائع کرنے سے رُک نہ سکیں تو علماء وقت سے جس کا علم و منصب اِفتا مسلّم ہو جواب لیکر ان مسائل کے ساتھ شائع کر دیا کریں - اور جن مسائل کو چھاپ چکے ہیں ان کا رد و جواب بھی (کہ از انجملہ دو مسئلہ (۱) نماز پنجگانہ بزبان عربی (۲) بردہ شرعی کا اشاعت السنۃ جلد ۲۰ میں جواب دیا گیا ہے) اپنے اخباروں میں شائع کر دیں - اور یہ نصیحت نہ صرف رسالہ میں ان کو کی - بلکہ دو اخبار نویسوں کو بذریعہ خطوط اور اُنسے دو دفعہ خود ملکر زبانی بھی کی - اور اُنھوں نے وعدہ اندراج جواب مضامین مذکور اپنے اخباروں میں زبانی اور نیز تحریری کیا - مگر اب تک اس کا ایفاء نہیں کیا - اگر اس شکایت کو پڑھ کر بھی اُنھوں نے ہمارے مضامین کا خلاصہ درج اخبار نہ کیا تو ہم اُنکے نام نامی جو اخباری دنیا میں بہت گرامی سمجھے جاتے ہیں ظاہر کر دینگے - بلکہ تحریری وعدہ بھی چھاپ دیں گے - بہتر یہ ہے کہ وُہ الکریم اذا وعد وفے پر عمل کریں - اور اس شکایت فاش کی نوبت نہ آنے دیں - ہمارے دونوں مضامین مذکورہ کا خلاصہ درج اخبار کر دیں اور آئندہ ہماری نصیحت پر کاربند ہو جائیں +

بعض اخباروں کے ایڈیٹر اہل علم بھی ہیں بلکہ بعض کسی مدرسہ یا یونیورسٹی پنجاب کی سندِ فضیلت بھی رکھتے ہیں - مگر ان میں ہنوز مفتی بننے اور فتوے دینے کی لیاقت پائی نہیں جاتی - یہ لیاقت ایک مدت تک کتب بینی اور تفاسیر و فقہ و حدیث و شروح حدیث میں وسعت النظری اور واقعات شرعیہ میں تجربہ کاری سے حاصل ہوتی ہے - جو صرف کسی مدرسہ یا یونیورسٹی میں امتحان پاس کرنے

سے حاصل نہیں ہوتی۔ جیسے ڈاکٹری یا وکالت کا صرف امتحان پاس کر لینے سے ایک مدت تک پریکٹس (مشق) کر لینے کے بغیر نہ حکمت چلتی ہے نہ وکالت مسلم ہوتی ہے۔

ایک نوجوان نے نئی فضیلت حاصل کر کے نیا ملکی اخبار نکالا ہے اور اسمیں ایک دو کالم اپنے فتووں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں۔ ان فتووں میں وہ نوجوان ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ آج ایک فتوے شائع کرتا ہے۔ کل اُسی کا ردّ جواب نامہ نگاروں کی طرف سے چھاپ دیتا ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے جو خاکسار ناتوان ناصح اخوان نے بیان کی ہے ؎

بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی

یہ بات اس کے کانشنس نے بھی مان لی ہوئی ہے۔ مگر وہ خریداروں کے خوف سے کہ وہ اخبار لینا چھوڑ دینگے۔ اپنی کانشنس کا خلاف کر رہا ہے اور فتوے چھاپنے بند نہیں کرتا۔ اس مقام میں ہم اس کا اصل کلام اس دعوے کا مصدق نقل کرتے ہیں اور اسپر عربی مثل "الجہل یقضی علی نفسہ" اور ہندی مثل "جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے" صادق کر دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی اخبار نمبر۱ جلد۳ میں اس عنوان سے رقمطراز ہے:۔

فتوے

"**التماس** فتووں کے متعلق میں کئی ایک دفعہ ظاہر کر چکا ہوں کہ میں اپنی تحقیق ناقص اور علم قاصر پر اعتماد نہیں رکھتا۔ اسلئے جو صاحب کسی فتوے میں غلطی پاویں۔ خاکسار کو اطلاع کر دیا کریں تاکہ دوبارہ غور ہو سکے۔ آج پھر اس التماس کو علماء کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میں تو فتوے کے مضمون بند کر دیتا مگر بہت سے احباب اس مضمون کے بحال رکھنے پر اصرار کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اسی مضمون کے لئے اخبار لیتے ہیں۔ اور یہی دیکھا کرتے ہیں۔ اس لئے خاکسار مجبور ہے۔"

ازانجا کہ وہ نوجوان اس ناتوان کا روحانی فرزند ہے[*] لہذا خاکسار خصوصیت کے ساتھ اس کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ بیٹا جو خریدار تم کو اخبار میں مضمون فتوے کے بحال رکھنے پر اصرار

[*] اس کی تفصیل نصیحت نامہ نمبر۱ میں جو نمبر۵ جلد ۲۰ میں شائع ہوا۔ اور نصیحت نامہ نمبر۲ جو جلد ۲۱ (اا) میں شائع ہوا ہے ملاحظہ کرو۔

کرتے ہیں وُہ جاہل ہیں۔ وُہ اِن فتووں کے ضرر و نقصان کو نہیں سمجھتے۔ تم ان جاہلوں کی رضاجوئی اور خریداری اخبار سے انکار کی کچھ پروا نہ کرو۔ خدا تعالےٰ بحکم "من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب"۔ تم کو دُوسرے خریداروں سے روزی پہنچا دیگا۔ اور اگر بقول سود خور غیر متدین دُکانداروں کے تُم بھی جھوٹ کے بغیر دُکان نہ چلنے کے قائل ہو تو بجائے غلط فتووں کے کوئی ناول چھاپنا شروع کر دو۔ یا تجارتی جھوٹے اشتہاروں کے درج کرنے کو وسیلہ کر دو۔ اور حافظ کا شعر مذکور صفحہ ۸ پر پڑھو۔

اِس التماس میں جو تُم نے یہ اظہار و اعتراف کیا ہے کہ مَیں اپنی تحقیق ناقص اور علم قاصر پر اعتماد نہیں رکھتا۔ اگر یہ اعتراف صادق اور دِل سے ہے تو میری ایک اور نصیحت بھی سُنو اور مان لو۔ اور وُہ یہ ہے :-

کہ تم جو کچھ دین کے متعلق تصنیف کرو اور چھاپو اس کو پہلے اپنے کسی اُستاد کو دکھا لیا کرو۔ اور پھر اِس کو چھاپ کر مشتہر کیا کرو۔ اگر اِس خاکسار کہن سال سے (جو عرصہ چالیس سال سے تصنیف و تالیف و افتا میں مصروف ہے اور باایں ہمہ مسائل معرکہ آراء میں ہمیشہ اپنے ہمعصر مخالفین و موافقین علماء وقت سے مشورہ لے لیا کرتا ہے اور اس قسم کے مضامین کے قلمی مسودہ ان کو دِکھا کر چھاپتا ہے۔ (اور یہ بھی ایک وجہ اِس رسالہ کے دیر میں نکلنے کی ہوتی ہے) حسن ظنی نہیں رہی تو اپنے بلاواسطہ اُستاد سے جو تمہارے شہر میں موجود ہے تو مشورہ لیا کرو۔ اگر پہلے تُم ایسا کرتے تو اپنے مذہب کے اخوان و اعیان سے جُدا کیوں ہوتے۔ گذشتہ را صلواۃ آئندہ ہی سمجھو اور مشورہ سے کام لیا کرو۔ دِن کا بھُولا شام کو گھر آجاوے تو بھی بھُولا نہیں کہلاتا۔

بعض اخباروں کے ایڈیٹر نہ عربی مولوی ہیں نہ عالم نہ فاضل۔ نہ کسی مدرسہ میں دینی علم عربی پڑھا۔ نہ یونیورسٹی سے کوئی خطاب حاصل کیا۔ اور وُہ خود بخود مفسّر بن بیٹھتے ہیں۔ اور یہ غضب ڈھایا ہے کہ اپنے ملکی اخبار کا ایک حصّہ تفسیر القرآن کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کی اخبار کے دو ہی نمبر (۴ و ۵) مطبوعہ ۲ و ۸ فروری ۱۹۰۶ء) متضمن تفسیر القرآن شائع

ہوئے ہیں جن سے قیامت کا ایک نشان ظاہر ہوا ہے۔ اور حدیث وسد الامر الیٰ غیر اھلہ منقولہ صفحہ (۸) کا مضمون و مصداق مشاہدہ میں آیا۔ ان نمبروں میں آپ نے سورۂ فاتحہ اور چار آیات ابتدائی سورہ بقرہ کی تفسیر کی ہے جس میں سب سے نرالی اونچ کی کہی ہے۔ اور وہ باتیں لکھی ہے۔ جو کسی مفسر قدیم کے خیال میں نہیں آئی۔ صرف نئے مفسر سرسید ہی کی وہ ایجاد ہے اور معہذا النصوص صحیحہ صریحہ کی مخالف ہے۔ اور اس طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ آپ نے مفسرین قدیم کی مخالفت کی کچھ پروا نہیں کی مفسرین کا قول نقل کر کے اُن کے مقابلہ میں یہ بات کہی ہے کہ ہماری رائے ان کے برخلاف یہ ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوروا۔ ہم کون ہیں اور ہماری رائے کیا ہے۔ اور تفسیر القرآن کے واسطے کیا کیا علوم ضروری ہیں۔ اور ہم نے پڑھا ہی کیا ہے ÷

اِس مقام نصیحت میں اِن کی تفسیر کی غلطیاں بیان کرنا اجنبی امر ہے۔ لہذا بجائے اس کے ہم ان کو دوستانہ و برادرانہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اِس خیال کو دماغ سے نکال دیں۔ اور پھر لفظ تفسیر القرآن قلم سے نہ نکالیں۔ اور اپنے اخبار کو اُنہی مقاصد کے لئے مخصوص رکھیں جو ان کا موضوع ہیں۔ اور اگر اُنہوں نے ہماری اس نصیحت کو قبول نہ کیا اور کسی اور اہل علم نے ان کا تعاقب نہ کیا تو پھر ہم کسی شاگرد کو ان کی خدمتگذاری کے لئے متعین کر دینگے جو ہر ہفتہ اِن کی غلط تفسیر کا رد لکھ کر کسی ویسے ہی اخبار میں چھپوا دیا کریگا ÷

نصیحت پوری ہوئی اب دلائل اصل احکام خمسہ بیان کئے جاتے ہیں۔ حکم اوّل و دوم و سوم کے دلائل حدیث کی چھیوں کتابوں میں جو صحاح ستّہ کے نام سے مشہور ہیں موجود و مروی ہیں۔ صحیح بخاری میں (جو بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کیگئی ہے) اور صحیح مسلم میں جس کے حق میں بعد صحیح بخاری مقولہ حافظ ابو علی نیشاپوری "ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم"

باب الصلوٰۃ فی النعال عن ابی سلمۃ قال سالت انس بن مالک اکان النبی صلعم یصلی فی نعلیہ قال نعم (صحیح بخاری صفحہ ۵۶)

باب جواز الصلوٰۃ فی النعلین عن ابی سلمۃ

قلت لانس بن مالك اكان النبي صلعم يصلي في النعلين قال نعم۔ (صحیح مسلم صفحہ ۲۰۸)

باب ما جاء في الصلوٰة في النعلين عن سعيد بن يزيد قلت انس بن مالك اكان رسول الله صلعم يصلي في نعليه قال نعم۔ قال ابو عيسى حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند اهل العلم (جامع ترمذی صفحہ ۵۰)

الصلوٰة في النعلين عن سعيد سالت انسا اكان رسول الله صلعم يصلي في نعليه قال نعم (نسائی صفحہ ۱۲۹)۔

باب الصلوٰة في النعلين عن النعمان بن سالم عن ابن ابي اوس قال كان جدي اوس احيانا يصلي ويشير الي وهو في الصلوٰة فاعطيه نعله ويقول رأيت رسول الله صلعم يصلي في نعليه۔ وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي حافيا ومتنعلا۔ وعن عبد الله بن مسعودؓ قال لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في النعلين والخفين (ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

باب الصلوٰة في النعلين عن عبد الله ابن السائب قال رأيت النبي صلعم يصلي يوم الفتح ووضع

تسلیم کیا گیا ہے) اور جامع ترمذی اور سنن نسائی میں اس مضمون کا باب کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنا جائز اور آنحضرت سے آچکا ہے مقرر کرکے حضرت انس بن مالک صحابی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اُن سے ابو سلمہ نے جن کا نام سعید بن یزید تھا سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جوتا پہن کر نماز پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں پڑھتے تھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے بعد روایت حدیث مذکور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اسپر عمل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں اس مضمون کے باب میں تین صحابہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل نقل کیا ہے۔ ایک اوس صحابی دوسرے جد عمرو بن شعیب عبد اللہ عمرو بن العاص صحابی تیسرے عبد اللہ ابن مسعود صحابی (جن کی روایات پر مذہب حنفی میں بڑا اعتماد ہے) حضرت اوس سے نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے بحالت نماز اشارہ کے ساتھ جوتا طلب کیا تو میں نے دیدیا اور اُنھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کو جوتا پہن کر نماز پڑھتے

نعلیہ عن یسارہ وعنہ فی روایۃ قال صلی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفتح بمکۃ و
عن ابی سعید الخدری قال بینا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع
نعلیہ فوضعہما عن یسارہ فلما رای القوم ذلک
خلعوا نعالہم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم صلوتہ قال ما حملکم علی
القائکم نعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک
فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلعم ان جبریل
علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیہما قذرا و
قال اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان
رای فی نعلیہ قذرا او اذی فلیمسحہ ولیصل فیہما
وعن شداد ابن اوس عن ابیہ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا الیہود فانہم
لا یصلون فی نعالہم ولا خفافہم۔
وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
قال رأیت رسول اللہ ... یصلی حافیا
ومنتعلا۔ م۔ ابوداؤد (صفحہ ۹۴)
باب اذا خلع نعلیہ این یضعہما عن
ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلعم قال اذا
صلی احدکم فخلع نعلیہ فلا یؤذ بہما احدا

دیکھا ہے۔
اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے
نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو برہنہ پا اور جوتا پہن کر نماز
پڑھتے دیکھا ہے۔
سنن ابی داؤد میں باب الصلوٰۃ فی النعلین
میں چار حدیثیں نقل کی ہیں۔ اول عبداللہ
ابن السائب صحابی سے کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے جوتا اتار کر فتح مکہ کے دن
نماز پڑھی۔ دوسری حدیث ابوسعید خدری
صحابی سے کہ آپ اپنی اصحاب کے ساتھ نماز
پڑھ رہے تھے کہ آپ نے جوتا اتار کر اپنی
بائیں طرف رکھدیا۔ اصحاب نے بھی جو آپ
کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایسا ہی کیا۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کو پورا کیا
تو اصحاب کو فرمایا تم نے کیوں جوتے اتارے
انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے آپ کو ایسا ہی
کرتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دئے
آپ نے فرمایا مجھے تو جبریلؑ نے خبر دی تھی کہ
آپ کی جوتیوں میں گھن کی چیز یا نجاست لگی
ہوئی ہے۔ اسلئے میں نے جوتا اتار دیا تھا

لیجعلھما بین رجلیہ اولیصل فیھما (ابوداؤد صفحہ ۹۵)

قال العراقی ھو صحیح الاسناد (نیل الاوطار صفحہ ۱۶ ج ۲)

تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو جوتیوں کو دیکھ لیا کرے پھر اگر ان میں نجاست پاوے تو پھر اس کو پونچھنے (رگڑنے) سے صاف کرکے ان میں نماز پڑھ لے۔ تیسری حدیث شداد بن اوس کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تم یہود کا خلاف کرو جو جوتی اور موزہ پہنکر نماز نہیں پڑھتے۔ یعنی تم جوتیوں سمیت نماز پڑھا کرو۔ چوتھی حدیث وہی عمرو بن شعیب کے جد عبداللہ بن عمرو بن العاص کی جو ابن ماجہ سے منقول ہوئی۔ پھر سنن ابی داؤد میں اس عنوان کا ایک باب وارد کیا ہے کہ جب نمازی جوتیاں اُتار کر نماز پڑھنا چاہے تو ان کو کہاں رکھے۔ اور اس کے جواب میں یہ حدیث ابوہریرہؓ کی نقل کی ہے کہ جب کوئی جوتا اُتار کر نماز پڑھنا چاہے تو کسی کو اس کی داہنی طرف جوتا رکھ کر تکلیف نہ دے بلکہ اس کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھے یا جوتا پہنکر نماز پڑھے۔

یہ **احادیث** سب کی سب لائق دست آویز ہیں پہلی حدیث انسؓ بخاری و مسلم کی روایت ہے جس کی صحت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ اور احادیث نمبر ۲ و ۳ و ۴ و ۶ جنمیں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ حدیث انس کے متابعات سے ہیں۔ آٹھویں حدیث کو طبرانی نے صحیح الاسناد کہا ہے۔ چنانچہ نیل الاوطار میں منقول ہے۔ ساتویں حدیث ایک نئی اور زائد مضمون پر مشتمل ہے۔ اِس کی تصحیح ابن حبان نے اس طرح کی ہے کہ اس کو اپنی کتاب صحیح میں وارد کیا ہے۔ شوکانی نے کہا کہ اس کے اسناد میں کوئی طعن و جرح نہیں ہے۔ اور اس باب میں چار حدیثیں اور ہیں۔ پھر ان کو شوکانی نے کتاب طبرانی۔ بیہقی۔ بزار۔ امام احمد۔ ابن ماجہ۔ ابن مندہ۔ ابن عدی۔ ابن حبان۔ ابوالشیخ۔ ابویعلی وغیرہ آئمہ حدیث سے نقل کرکے بعض کو قوی

الحدیث الثانی روھو السابع من احادیث ذکرتھا) اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ ولا مطعن فی اسنادہ وفی الباب احادیث اربعۃ اخر الی ان سردھا (نیل الاوطار صفحہ ۱۶ ج ۲)

بعض کو ضعیف قرار دیا ہے ؛

اِن آٹھ حدیثوں سے جو ہمنے نقل کی ہیں پہلی حدیث اِنس رض سے جو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی سے نقل ہوئی ہے - اور دوسری حدیث اویس سے - اور تیسری حدیث جد عمرو بن شعیب سے اور چوتھی حدیث ابن مسعود رض سے جو ابن ماجہ سے منقول ہیں - اور آٹھویں حدیث ابوہریرہ سے جو ابوداؤد سے منقول ہے پہلا حکم منجملہ احکام خمسہ مذکورۂ بالا قطعی اور صاف طور پر ثابت ہے جسمیں شک و اجتہاد کا دخل نہیں کہ پاک جوتا پہن کر نماز پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز ہے - اور یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہے - آنحضرت کا فعل نماز بالنعلین پہلی چار حدیثوں سے ثابت ہے - اور آپ کا قول آٹھویں حدیث میں موجود ہے ۔ اب رہا یہ کہ فعل نماز آپ سے عین مسجد میں ادا ہوا تھا - سو ابھی حدیث ششم کے نتیجہ میں بیان ہوتا ہے ؛

چھٹی حدیث ابوسعید خدری رض سے جو ابوداؤد سے منقول ہے - پہلا اور دوسرا حکم دونوں ثابت ہوتے ہیں - پاک جوتا پہن کر کے نماز پڑھنا پھر ناپاکی کا علم ہو جانے سے اس کو اُتار دینا اِس حدیث میں آنحضرت کے فعل و قول دونوں سے پایا جاتا ہے - پھر یہ فعل نبوی اور اصحاب کبار کا جو آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے تھے ظاہراً مسجد میں واقع ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ بجز حالت سفر مسجد ہی میں جماعت کرایا کرتے - اور آنحضرت کا اِس حدیث میں اور اِس موقعہ پر یہ فرمانا کہ جب تم مسجد میں آؤ تو جوتی کو اُلٹا کر دیکھ لیا کرو - نیز مشعر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں ہوا تھا - تب ہی آپ نے مسجد میں ناپاک جوتی کو اُتار دینے کا حکم فرمایا ؛

ابوداؤد کا اِس باب میں اور اِس حدیث ابوسعید خدری رض کی پہلے حدیث عبداللہ ابن السائب کو جو ہماری منقولہ احادیث کے پانچویں نمبر پر ہے نقل کرنا بھی مشعر ہے کہ یہ واقعہ مسجد مکہ کا واقعہ ہے - جس کو عبداللہ ابن السائب نے بیان کیا ہے - اِس استنباط صحیح کو کوئی نہ مانے اور آنحضرت و اصحاب کے فعل کا وقوع مسجد مکہ میں تسلیم نہ کرے تو پھر حکم اوّل

و دوم کے ثبوت کے لئے آنحضرت کا قول کافی دلیل ہے۔ جو بالاتفاق فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ کیونکہ فعل میں آنحضرت سے خصوصیت کا احتمال ہوتا ہے۔ جو قول میں نہیں ہوتا۔ **ساتویں** حدیث سے جو ابوداؤد سے نقل ہوئی ہے **تیسرا حکم** ثابت ہے اور اس حدیث میں آنحضرت کا یہ ارشاد کہ یہود کا خلاف کرو کم سے کم استحباب وفضیلت کا ثبت تو ہے۔ آنحضرت نے جوتا اُتار کر نماز پڑھی ہے اور دُوسروں کو برہنہ پاؤں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چُنانچہ حدیث پنجم وششم میں بیان ہُوا اس لئے اس کا حکم وجواب اُٹھ گیا۔ اور صرف بنظر مخالفت یہود استحباب باقی رہا +

بعض علماء کا خیال ہے کہ جوتا بھی ایک لباس زینت ہے جس کا اس آیۃ قرآن میں حکم ہے

یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف۔ رکوع ۳) عن صالح ثنا قرات ابن السائب عن میمون عن ابن عباسؓ خذوا زینتکم عند کل مسجد قال الصلوٰۃ فی النعلین (دارمی صفحہ ۱۵۳)	جسمیں ارشاد ہے کہ اے اولادِ بنی آدم زینت سے مسجد یا نماز کی طرف آیا کرو۔ اس مضمون کی ایک حدیث بھی ہے جو سنن دارقطنی وغیرہ مروی ہے۔ **ولیکن محققین اہلحدیث** نے اس خیال کو اور اس حدیث کی صحت

کو تسلیم نہیں کیا۔ اور کہا ہے کہ جوتا اکثر محل نجاست ہوتا ہے۔ اسلئے وُہ اس زینت میں داخل نہیں جس کا حکم اس آیت میں ہے۔ اور کہا ہے کہ جوتے میں وُہ معنی جو نماز سے مطلوب ہے (یعنی خشوع وخضوع وقرب انابت) کبھی پائی نہیں جاتی۔ اسکی افضلیت واستحباب کو صرف بلحاظ مخالفت یہود تسلیم کیا گیا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ جوتے میں ایسا کوئی وصف ہے جو ثبت

قال ابن دقیق العید فی شرح الحدیث الاول من حدیثی الباب لا ینبغی ان یؤخذ منه الاستحباب لان ذالك لا مدخل له فی الصلوٰۃ ثم اطال البحث واطاب الا ان الحدیث الثانی	استحباب ہو۔ شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ پہلی حدیث (انس) کی شرح میں ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس حدیث سے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کا استحباب نکلتا نہیں ہے۔

من حدیثی الباب اقل احواله الدلالة علی الاستحباب ویجمع بین احادیث الباب بجعل حدیث ابی هریرة ومابعده صارفا للاوامر المذکورة المعللة بالمخالفة لاهل الکتاب من الوجوب الی الندب وهذا اعدل المذاهب واقواها عندی (نیل الاوطار ص۱۶ ج ۲)

کیونکہ جوتے کو نماز میں کوئی دخل نہیں۔ پھر اس میں بہت بحث کی اور اچھی کی مگر دوسری حدیث (حدیث شداد بن اوس سے کم از کم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور احادیث سے جو ہم نے ذکر کی ہیں۔ پھر چند احادیث ذکر کر کے کہا ہے کہ حدیث ابو ہریرہ وغیرہ جس میں جوتا اُتار کر نماز پڑھنے کا ذکر و حکم ہے۔ اِن احادیث کو جن میں جوتا پہنکر کا حکم وارد ہے۔ آنحضرت کے حکم کو (جس کی علت مخالفتِ یہود ہے) وجوب سے استحباب کی طرف پھیرتے ہیں اور یہ مذہب بہت اعدل اور قوی ہے ❊

قال ابن بطال هو محمول علی مالم یکن فیه نجاسة ثم هو من الرخص کما قال ابن دقیق العید لا من الاستحباب لان ذالك لا یدخل فی المعنی المطلوب فی الصلوٰة وهو وان کان من ملابس الزینة الا ان ملامسة الارض التی تکثر فیها النجاسات قد تقصر عن هذه الرتبة ۔ وقد روی ابوداؤد والحاکم من حدیث شداد بن اوس مرفوعا خالفوا الیهود فانهم لا یصلون فی نعالهم ولا خفافهم فیکون استحباب ذالك من جهة قصد المخالفة المذکورة وورد فی کون الصلوٰة فی النعال من الزینة المامور باخذها فی الآیة حدیث

فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن بطال نے فرمایا ہے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کا حکم اس حالت میں ہے۔ کہ جوتے پر نجاست نہ ہو پھر وہ بقول ابن دقیق العید از قسم رخصت و اجازت ہے نہ از قسم استحباب کیونکہ جو معنے نماز سے مطلوب ہیں وہ جوتے میں پائے نہیں جاتے۔ اگرچہ جوتا ایک قسم کی زینت ہے۔ مگر زمین سے جس میں اکثر نجاست ہوتی ہے لگ جانے کے سبب سے رتبہ زینت سے قاصر رہتا ہے۔ اور حدیث ابوداؤد و حاکم میں جو مخالفت کی نظر سے جوتا پہنکر نماز کا حکم آیا ہے اس حکم

ضعیف جداً اورده ابن عدی فی الکامل
وابن مردویہ فی تفسیرہ من حدیث ابی هریرة
والعقیلی من حدیث انس رض (فتح الباری)
صالح بن بیان قال الدارقطنی متروک و
فرات قال البخاری منکر الحدیث وقال ابن
معین لیس بشیٔ وقال الدارقطنی متروک
(التعلیق المغنی علی الدارقطنی صفحہ ۱۵۳ ومثلہ
فی میزان الاعتدال صفحہ ۲۹۳ ج ۳ وصفحہ ۴
ج ۱ ولآلی مصنوعہ صفحہ ۱۲۲ ج ۱)

کا استحباب مخالفتِ یہود کی وجہ سے ہے
نہ جوتے کی ذاتی خوبی سے اور جو حدیث جوتے
کی منجملہ زینت مذکورہ آیت ہونے میں وارد
ہے۔ وہ سخت ضعیف ہے۔ تعلیق المغنی
میں کہا ہے کہ اس کا ایک راوی صالح ہے
اس کو دارقطنی نے متروک کہا ہے اور دوسرا
راوی فرات ہے۔ اس کے حق میں بخاری
نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہونے کے ساتھ
ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو اکثر ثقہ کے
مخالف ہوتی ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ وہ شخص لاشیٔ ہے اور دارقطنی نے کہا ہے
کہ وہ متروک ہے۔ ایسا ہی میزان الاعتدال و لآلی مصنوعہ میں ہے۔ ان تصریحات آئمہ حدیث
سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنظر مخالفتِ یہود جوتے سے نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ
خاکسار نے بیان کیا ہے نہ واجب اور ممنوع *

اسی حدیث ہفتم سے پانچواں حکم منجملہ احکام خمسہ مذکورہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث
میں جو مخالفت یہود کا حکم منصوص ہے اس سے یہود کی خصوصیت مقصود آنحضرت صلعم
نہیں ہے بلکہ نصاریٰ وغیرہ مخالفین اسلام سب کے سب اس حکم مخالفت میں مقصود آنحضرت
صلعم ہیں۔ چنانچہ دوسری احادیث میں جملہ کفار اہل کتاب و اعاجم (غیر عرب) کے مخالفین اسلام
اس حکم مخالفت میں شامل کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال رای
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیّ ثوبین
معصفرین فقال ان هذه من ثیاب الکفار

بن عمرو بن العاص پر دو کپڑے کسم کے رنگے
ہوئے دیکھے تو فرمایا کہ یہ کفار کا لباس ہے
اس کو مت پہنو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ان

فلا تلبسهما وفی رواية قلت اغسلهما قال بل احرقهما (مشکوٰة صفحہ ۳۷۶)

کو دھو ڈالوں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان کو جلادو۔ یہ حکم نبوی تغلیظ و تشدید کی غرض سے ہے۔ اور اگر وہ مستورات کو دیتے تو یہ امر بھی بحکم نبوی جائز تھا۔

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول الله صلعم يقول ازرة المؤمن الى نصف ساقيه لا جناح عليه فيما بينه وبين الكعبين ما اسفل من ذلك ففی النار قال ذلك ثلث مرات ولا ينظر الله يوم القيمة الى من جر ازاره بطرا (مشکوٰة صفحہ ۳۷۶)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی ازار نصف ساق تک ہونی چاہیئے۔ اور اگر نہایت ٹخنے تک ہو تو بھی جائز ہے۔ ٹخنے سے نیچی ہو تو آگ میں۔ یعنی اس کے نیچے ازار لٹکانا اہل نار کافروں کا کام ہے۔

عن رکانة عن النبی صلعم قال فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس (مشکوٰة صفحہ ۳۷۴)

ایک حدیث میں ہے ہم میں اور مشرکین میں فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامے پہنتے ہیں یعنی وہ صرف عمامے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلعم من تشبه بقوم فهو منهم (مشکوٰة صفحہ ۳۷۵)

ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی قوم سے لباس اور وضع میں مشابہت اختیار کریگا وہ عمل میں انہی کے حکم کا محل ہوگا۔

عن ابی ريحانة قال نهى رسول الله صلعم عن عشر عن الوشر والوشم والنتف وعن مكامعة الرجل الرجل بغير شعار وان يجعل الرجل فی اسفل ثيابه حريرا مثل الاعاجم او يجعل على منكبيه حريرا مثل الاعاجم وعن النهبى وعن ركوب النمور ولبس الخاتم الا لذی سلطان (مشکوٰة صفحہ ۳۷۵)

ایک حدیث میں ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مخالفین اسلام کی دس خصلتوں سے منع کیا ہے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ عجموں (غیر عرب فارسیوں نصاریٰ وغیرہ) کے مانند پارچات کے نیچے کے حصہ میں اور کندھوں پر ریشمی کپڑا (جیسے آجکل انگریزی فوج میں رواج ہے) لگانا اور [illegible]

* اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے گو اس کے یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں دیگر صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں [illegible]

کے چمڑے زین میں لگاکر اُن پر سوار ہونا یا ان کے فرش پر بیٹھنا بعض احادیث میں آیا ہے کہ ریشمی اور سُرخ گدیوں پر نہ بیٹھا کرو۔ (جیسا کہ آجکل کوچوں بیچوں کرسیوں وغیرہ

عن معویہ رض قال قال رسول اللہ صلعم لا تركبوا الخز ولا النمار (مشکوۃ صفحہ ۳۶۸)

عن البراء ابن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المیثرۃ الحمراء (مشکوۃ صفحہ)

عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلعم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انھکوا الشوارب واعفوا اللحی (مشکوۃ صفحہ ۳۷۲)

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلعم غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود (مشکوۃ صفحہ ۳۷۲)

پر لگاکر نصارے بیٹھتے ہیں)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مشرکوں کا خلاف کرو۔ داڑھیاں بڑھا دو اور مونچھیں خوب کٹواؤ۔

ایک حدیث میں ہے یہود و نصارے خضاب نہیں کرتے تم خضاب کیا کرو۔ یعنے ان کا خلاف کرو۔

اِن احادیث سے جنہیں بعض متفق علیہ ہیں صاف ثابت ہے کہ حدیث ہفتم میں جو مخالفت یہود کا حکم آیا ہے یہ حکم یہود کی مخالفت سے مخصوص نہیں۔ نصارے وغیرہ کی مخالفت بھی ویسی ہی مطلوب و مقصود شارع ہے جیسا کہ یہود کی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا اور دکھانا ہے کہ فرش پر جوتے لے جانا اور انہیں جوتوں سمیت نماز پڑھنا نصارے وغیرہ مخالفین اسلام کی سُنت و عادت ہے۔ یا یہ فعل قدیم اسلام اور مسلمانوں میں بھی پایا گیا ہے؟ جہاں تک ہم سیر اور تواریخ میں نظر کرتے ہیں مسلمانان قدیم میں اِس مسرفانہ و مترفانہ عمل کا نام و نشان پایا نہیں جاتا جس قدر آنحضرت صلعم اور اجلہ صحابہ کرام کے افعال و اقوال مشاہدہ میں آتے ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس وقت یورپ وغیرہ بلاد عجم میں مسرفانہ متکبرانہ رواج ہے کہ تو شک نیچوں کوچوں اور کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور ان کے نیچے زمین پر جوتوں کے تلے بڑے بڑے غالی اور بیش قیمت دریاں قالین

اور باتات کے اور ریشمی اور کلابتون کی کامدار فرش اور شیر اور چیتے وغیرہ درندوں کے چمڑے بچھائے جاتے ہیں۔ نشستگاہوں کے علاوہ سیڑھیوں دروازوں اور پلیٹ فارموں اور گاڑیاں کھڑے ہونے کی جگہوں تک باناتی فرش بچھائے جاتے ہیں۔ اور دیواروں پر تصویریں اور بیش قیمت پردہ اور میزوں پر بیش قیمت کپڑے لٹکا کر مکان سجائے جاتے ہیں۔ اور مکانات کے سبھی کمروں میں گو ان میں نشست کی نوبت نہ آوے صرف زینت اور سجاوٹ کے واسطے نفیس فرش بچھائے جاتے ہیں۔ ان سب تکلفات کا آنحضرت صلعم اور اصحاب کبار کے زمانہ میں باوجودیکہ دنیاوی سلطنت بھی ان کو حاصل ہو چکی تھی وجود نہ تھا وہاں جوتیوں کے تلے فرش کیا ہوتا۔ وہاں تو اپنے جسموں کے واسطے بھی اس قسم کے فرشوں کو پسند نہ کیا جاتا اور اس بیت پر ان کا عمل تھا ؎

بر بساطِ اغنیاء ہرگز نیائد اہل فضل

زانکہ نقش بوریا ایں قوم را زنجیر پاست

سرور کائنات فخر موجودات شاہِ دنیا و دین رحمۃ للعالمین کو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ بوریا پر لیٹے ہوئے ہیں اور بوریے کے پٹھوں کے نشان آپ کے پہلو مبارک پر لگے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے سر مبارک کے نیچے دھوڑی کا تکیہ ہے جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے ہیں اور پاؤں کے پاس ببول کے پتے (چمڑہ رنگنے کے لئے) دھرے ہیں اور سر کی جانب کچے چمڑے لٹک رہے ہیں تو آپ چشم پرآب ہو گئے۔ اور بولے کہ یا رسول اللہ

وانه لعلى حصير ما بينه وبينه شئ وتحت راسه وسادة من ادم حشوها ليف وان عند رجليه قرظا مصبوبا وعند راسه اهب معلقة فرايت اثر الحصير فى جنبه فبكيت فقال ما يبكيك فقلت يا رسول الله ان كسرى وقيصر فيما هما فيه وانت رسول الله فقال اما ترضى ان تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة (بخاری صـ ۷۳۰)

وفى رواية له فقلت يا رسول الله ادع الله فليوسع على امتك فان فارس والروم قد وسع عليهم

واعطوا الدنيا وهم لا يعبدون الله فجلس النبي صلعم وكان متكئا فقال او في هذا انت يا ابن الخطاب ان اولئك قوم عجلوا طيباتهم في الحيوٰة الدنيا فقلت يا رسول الله صلعم استغفر لي (بخاری صفحہ ۷۳۳)

قیصر روم و کسریٰ فارس عیش میں ہیں۔ اور آپ رسُولِ خدا ہو کر ایسی تنگی گذران میں۔ دُعا کریں خدا تعالےٰ وسعت دے آپ نے جواب میں فرمایا کہ اسے عمرؓ کیا تُو پسند نہیں کرتا کہ اُن کو دُنیا میں عیش ملے اور ہم کو آخرت میں +

ثم خرج علي فاضطجع في المسجد فقال النبي صلعم ابن ابن عمك قالت في المسجد فخرج اليه فوجد رداءه قد سقط عن ظهره وخلص التراب الى ظهره فجعل يمسح عن ظهره فيقول اجلس يا ابا تراب مرتين (بخاری صفحہ ۵۲۵)

ایک دفعہ حضرت مرتضےٰ شیر خدا مسجد میں زمین ہی پر لیٹے ہُوئے تھے تو آپ کا چادرا بدن سے گر گیا اور پُشت مُبارک خاک سے آلودہ ہو گئی۔ آنحضرت صلعم آئے تو آپ نے گرد کو پُوچھا اور فرمایا اے ابو تراب اُٹھ بیٹھو

یہ کنیت ابو تراب اسی وقت آپ کے لئے مقرر ہوئی جسکو حضرت علیؓ بہت دوست رکھتے۔

ضرورت جسم کے لئے ان حضرات کے فرش کا یہ حال تھا تو دیواروں اور میزوں چوکیوں کے فرش و پردوں کی نسبت کا اُن کا کیا عمل ہوگا۔ ناظرین خُود قیاس کر سکتے ہیں۔ تاہم ان کی نسبت آپ کے عمل کی ایک دو نظیریں نقل کی جاتی ہیں۔

عن سفينة رض قال دعا علي رسول الله صلعم الطعام صنعه فجاء فوضع يده على عضادتي الباب فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت فرجع فقيل له في ذلك فقال انه ليس لنبي ان يدخل بيتا مزوقا۔ رواه ابو داؤد۔ المزوق المزين (تيسير الوصول الى جامع الاصول صفحہ ۹۲) وقی

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کی دعوت کی۔ آپ گھر پر آئے تو گھر کے ایک جانب ایک نقش دار پردہ لٹکا ہُوا دیکھ کر آپ واپس چلے گئے جس سے حضرت فاطمہؓ غمناک بیٹھی تھیں کہ حضرت علیؓ آئے اور سبب غمناکی پُوچھا۔ آپ نے بیان

سا وایة کان سترا موشیا (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

کیا تو حضرت علی رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبب واپسی پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کو لائق نہیں کہ زینت سے آراستہ مکان میں داخل ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے گھر میں آپ داخل ہوئے

فقلت السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ الذی اعزک واکرمک فنظر الی البیت فرای النمط فلم یرد علی شیئا و رایت الکراهیة وجهه فاتی النمط حتی هتکه ثم قال ان اللہ لم یامرنا فیما رزقنا ان نکسو الحجارة واللبن قالت فقطعته وجعلته وسادتین وحشوتهما لیفا فلم ینکر ذالک علی (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

تو اُن کے گھر میں ایسا ہی پردہ دیکھ کر ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور اس کو چاک کر کے فرمایا کہ مجھے خدا تعالےٰ سے یہ حکم (اجازت) نہیں ہے کہ میں پتھروں اور اینٹوں کو لباس پہناؤں۔

عن ابن عباس رضہ قال لما رای النبی صلعم الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بها فمحیت و رای صورة ابراهیم واسماعیل علیهما السلام بایدیهما الازلام فقال قاتلهم اللہ واللہ ان استقسما بالازلام قط رواہ البخاری (تیسیر الوصول صفحہ ۱۹۲)

لا یدخل الملئکة فی بیت فیه صورة (ابوداؤد صفحہ ۲۱۶)

وفی روایة المسلم فیها تماثیل (تیسیر صفحہ ۱۹۲)

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل نہ ہوئے جب تک کہ اُس کے اندر کی جو تصویریں تھیں ان کو حضرت عمر رضہ کو حکم دیکر مٹا نہ دیا۔

ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اُس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا۔

لباس زائد از حاجت کے رکھنے کی بابت

یہ تو آپ کا اور آپ کے اہلبیت کا فعل و عمل تھا۔ اب آپ کا قول وارشاد سنو۔ آنحضرت صلعم

عن جابر رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال له فراش للرجل وفراش لامرأته والثالث للضیف والرابع للشیطان (مشکوٰۃ صفحہ ۳۶۵)

نے جابر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ایک بچھونا مرد کیلئے ہونا چاہئے ایک اُس کے عیال کے لئے ایک مہمان کے لئے چوتھا شیطان کا ہے۔

ام سلمہ رض (حرم محترم نبوی) کے پاس آنحضرت پہنچے تو آپ سر پر رومال باندھ رہی تھیں	عن ام سلمۃ رض ان النبی صلعم دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃ لا لیتین (مشکوۃ صفحہ ۳۶)

آپ نے فرمایا ایک پیچ کافی ہے دو نہیں چاہئے ٭

اور جب ان کے لئے فرش ولباس کے واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل وقول ہے تو جوتیوں کے تلے فرش بچھانا کیسا - اور کیونکر ممکن تھا کہ اس زمانہ میں جوتیوں سمیت فرش پر بیٹھنا چلنا پھرنا یا نماز پڑھنا پایا جاتا - وھذا آپ کا صریح حکم ہے کہ جب کوئی بیٹھے تو جوتیاں اتار کر بیٹھے اور انکو ایک طرف رکھدے - چنانچہ ابن عباس رض نے بیان

کیا ہے - اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ پیارے جوتیوں سے	عن ابن عباس من السنۃ اذا جلس الرجل ان یخلع نعلیک فیضعھما بجنبیہ (ابوداؤد صفحہ ۱۲)

ایسا پیار کرنا کہ وہ پاؤں سے جدا ہی نہ ہوں فرش وزمین و نشست وخواب اور عبادت ونماز کے وقت بھی پاؤں میں رہیں نصارے وغیرہ اہل یورپ کی سنّت ہے - اسلام و مسلمانوں کا یہ طریق نہ تھا ٭

اس وقت کے اکثر یہود بھی نصاریٰ یورپ وغیرہ کے مقلد ہوگئے ہیں - اور وہ بھی جوتیوں سمیت فرشوں پر بیٹھتے اور چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں - لہذا حدیث ہفتم (جس میں مخالفت یہود کا حکم ہے) اپنی منطوق وحکم منصوص سے فیصلہ کرتی ہے کہ مسلمان جوتی سمیت فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کریں - اور اس باب میں یہود و نصارے دونوں کی موافقت سے بچیں ٭

کمال افسوس و تعجب کا محل ہے کہ بعض اسلامی بلاد و اسلامی سلطنتوں میں بھی اپنی طرز و معاشرت و بود و باش ولباس میں یورپ وغیرہ کے عیسائیوں کی تقلید کرتے ہیں اور ہندوستان کے بعض انگریزی تعلیم یافتہ اور انگریزی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں نے بھی وہی وضع اختیار کر رکھی ہے - ان سب مسلمانوں کو بھی جوتیوں بوٹوں سے ایسی الفت

ہوگئی ہے۔ کہ وہ ان کو ایک دم بھی پاؤں سے جدا نہیں کرتے۔ بوٹ پہنے ہوئے بیٹھتے ہیں۔ اور بوٹوں سمیت عمدہ فرشوں پر پھرتے ہیں* ان میں بعض حضرات بھولے بھٹکے اور کہنے سننے سے اور دکھانے کو نماز پڑھنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ تو بوٹوں سمیت فرشوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کے اس عمل کے لئے ان کے باوا آدم سرسید نے تہذیب الاخلاق ۱۲۸۹ھ ہجری مطابق ۱۸۷۲ء میں ایک مضمون بعنوان جوتی پہنے ہوئے نماز پڑھنی شائع کیا ہے۔ اور اس میں کہا ہے۔ ایک شخص نے انگریزی بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ ایک نیک شخص نے اس کو نہایت برا جانا اور کہا کہ مجھے خوف کے مارے پسینہ آگیا۔ پس ہم (خود بدولت سرسید) کہتے ہیں یہ باتیں اوہام مذہبی ہیں اور وسواس میں داخل ہیں۔ جوتا پہنکر نماز پڑھنی سنت ہے۔ اور اسپر نجس ہونے کا گمان کرنا وسواس میں داخل ہے۔ صرف اتنا دیکھ لینا چاہئے کہ کوئی نجاست ظاہری اسمیں لگی ہوئی نہ ہو۔ اور اگر ہو تو اس کو سخت چیز سے یا زمین سے رگڑ ڈالے اور پہن کر نماز پڑھ لے۔ انگریزی جوتا بہ نسبت ہندوستانی جوتے یا عرب کی نعلین کے بہت زیادہ صاف رہتا ہے۔ اسلئے کہ ان جوتوں کا تمام تلہ زمین پر لگتا ہے۔ اور انگریزی بوٹ کی ایڑی بہت اونچی ہوتی ہے۔ اور اس سبب سے بہت کم زمین پر لگتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تہذیب الایمان ترجمہ تنبیہ الشیطان خلاصہ اغاثۃ اللہفان کی عبارت نقل کی ہے جس کا ماحصل وہی ہے جو ہمنے حکم اول و دوم میں بیان کیا ہے۔ سرسید نے

---

* اس قسم کے اسرافات نے ان کے اخراجات کو ایسا بڑھا رکھا ہے۔ کہ ان کی آمدنیاں ان کے لئے مکتفی نہیں رہیں۔ تب انہوں نے ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ناجائز کوششیں شروع کی ہیں کہ کوئی اتفاقی حرام سود قرض کو حلال کرنا چاہتا ہے۔ کوئی لاٹری و قماربازی کو جائز کرنے میں ساعی ہے۔ اگر وہ ان ہی مسرفانہ اخراجات کو کم کر دیں۔ تو ان کو محرمات شرعیہ کو حلال بنانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

اِس عبارت سے جو حکم استنباط کیا ہے۔ اسمیں اُن سے ایک غلطی ہُوئی ہے اور دو ایک فروگذاشت ہوئی ہے۔ غلطی یہ کہ پاک جُوتی سے نماز پڑھنے کو اُنھوں نے سُنّت قرار دیا ہے۔ اور درحقیقت یہ فعل آنحضرت صلعم کا دائمی نہیں کہ اس کو سُنّت کہا جائے۔ بلکہ یہ فعل بیان رخصت کے لئے ہے جو بعض اوقات وقوع میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں جُوتا اُتار کر نماز پڑھنا بھی صحیح ہو چکا ہے ❊

فروگذاشت ایک یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ جن لوگوں کے واسطے ہمنے یہ فتوے تحریر کیا ہے وُہ بُوٹ لیکر فرشوں پر نماز پڑھتے ہیں یا زمین پر۔ اور فرشوں پر بُوٹ یا جُوتا کا پہنکر نماز پڑھنا کسی حدیث میں نہیں آیا۔ اور کسی مسلمان نے مسلمانانِ قدیم سے بُوٹ یا جُوتا پہنکر فرش پر نماز نہیں پڑھی ❊

دُوسری فروگذاشت یہ کہ اُنھوں نے انگریزی بُوٹ کو نجاست سے محفوظ رہنے کی نظر سے ہندوستانی جُوتی اور عربی نعلین سے بہتر ٹھہرایا ہے۔ مگر یہ نہ سوچا کہ عربی نعلین میں بہرحال اور ہندوستانی جُوتے میں دراں حال کہ وُہ تنگ نہو اور اس کا تلوا بہت سخت نہو۔ سجدہ بطور مسنون (جسمیں انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں) ہو سکتا ہے۔ اور بُوٹ جو غالباً کسا ہُوا ہوتا ہے۔ اور اس کا تلوا نہایت سخت ہوتا ہے۔ سجدہ مسنون نہیں ہو سکتا۔ لہذا اِس کا نجاست سے محفوظ رہنا بیکار ہے۔ اور اس کا قیاس نعلین پر نہیں ہو سکتا ❊

آپ کے ثانی اثنین مولوی مہدیعلی صاحب نے آپ کے مضمون کی تائید میں ایک مضمون بہ عنوان مسجد میں جُوتا پہنے نماز پڑھنا تہذیب الاخلاق جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء شائع کیا ہے۔ اُنھوں نے فتوئے مجوزۂ سرسید کی تفصیل و تائید بہت احادیث اور روایات فقہیہ کی ہے مگر ان سے بھی وُہی غلطی اور وُہی فروگذاشت ہُوئی۔ اِس غلطی بڑی بتقلید بعض علماء مصر ان سے ایک پیشدستی ہوئی کہ اُنھوں نے آنحضرت صلعم کے فعل نماز بالنعلین کو عادت مستمرہ قرار دیا ہے۔ اور بناءً علیہ اس فعل کو

سُنت کہا ہے جس کا غلط ہونا جوتا اُتار کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ دوسرے پیشِ دستی یہ کہ اُنہوں نے ان ضعیف حدیثوں سے جن میں جوتے کا زینت مامور بہا میں داخل ہونا بیان ہؤا ہے۔ استدلال کیا ہے اور ان کا ضعف بیان نہیں کیا۔ جو اس مضمون میں بصفحہ (۲۰) گذر چکا ہے ❊

بعض اسلامی سلطنتوں میں تقلید یورپ یورپین اوضاع کا رواج ہوجانا مسلمانوں کے لئے لائق سند نہیں ہے۔ جبکہ صاحب شریعت (آنحضرت صلعم) اور اُن کے اکابر صحابہ کا قول وعمل اِن کے برخلاف پایا گیا ہے ❊

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل سُن چکے ہو۔ اب عمل وقول اجلہ اصحاب نبوی سنو۔ خلیفہ ثانی حضرت فاروق کے عہد میں اسلامی فتوحات کو وسعت ہوئی اور ملک عجم (روم و فارس) میں اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو بعض مسلمانوں نے عجمیوں کے سے بوٹ اور پائجامے پہننا اور اُن کے پُرتکلف و باآرام مکانوں میں عیش سے اوقات بسر کرنا شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے اسپر اعتراض کیا۔ اور ان کے نام اِس مضمون کا فرمان آذربیجان میں بھیجا کہ لنگ باندھا کرو چادریں اوڑھا کرو۔ نعلین پہنا کرو۔ بوٹ اور پائجامے اُتار دو۔ اپنے باپ اسمٰعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو۔ خوش عیشی اور عجمیوں کی ہیئت ولباس سے بچو۔ دھوپ میں بیٹھا کرو۔ یہ عرب کا حمام ہے۔ سخت مضبوط ہوجاؤ موٹا کپڑا اور کھانا اختیار کرو۔ پرانے کپڑے پہنا کرو۔ یہ ازالۃ الخفا میں منقول ہے۔ ایسا ہی کنز العمال میں آپ سے مروی ہے جب آپ خلیفہ وقت تھے اُس وقت آپ نے

البغوی عن ابی عثمان النہدی رض قال اتانا کتاب عمر ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد اما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا و القوا الخفاف والقوا السراویلات وعلیکم بلباس ابیکم اسمٰعیل وایاکم والتنعم وزی العجم وعلیکم بالشمس فانہا حمام العرب وتمعددوا۔ واخشوشنوا واخشوشبوا واخلولقوا (ازالۃ الخفا صفحہ ۱۳۸ ج ۲)

البغوی عن انس قال خطبنا عمر وعلیہ ازارہ

خطبہ ایک دن پڑھا تو آپ (رضی اللہ عنہ) پر بارہ چیتھڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

فیہ اثنا عشر رقعۃ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۳۱ ج ۲)

امیر شام (معاویہ بن ابی سفیان) عفا اللہ عنہ نے ملک شام میں امیر ہو کر عجمیوں کے سے عیش و اوضاع فرش و لباس میں اختیار کئے۔ سونا ریشمی لباس پہننا۔ اور فرشوں پر درندوں کے چمڑے بچھانا۔ تو حضرت مقدام بن معدیکرب صحابی اس پر معترض ہوئے جن کے اعتراض کو امیر معاویہؓ نے تسلیم کر لیا۔ اور اس کے صلہ میں ان کو انعام بھی دیا۔ جو ان کے دو رفیق سفر عمرو بن عثمان اور اسدی کو نہ دیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔

> قال فانشدک باللہ ھل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن لبس الذھب قال نعم قال فانشدک باللہ ھل تعلم ان رسول اللہ صلعم نھی عن لبس الحریر قال نعم قال فانشدک باللہ ھل تعلم ان رسول اللہ صلعم نھی عن لبس جلود السباع و الرکوب علیھا قال نعم قال فواللہ لقد رایت ھذا کلہ فی بیتک یا معاویۃ فقال معاویۃ قد علمت انی لن انجو منک یا مقدام فامر لہ معاویۃ بما لم یامر لصاحبیہ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۴ ج ۲)

اس وقت کی نئی تہذیب کے دلدادہ مسلمان جو اس وقت کے بعض سلاطین اسلام کا طرز معاشرت میں یورپ کے اوضاع کو اختیار کرنا اپنے عمل و خیال کی دست آویز بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث اسلام کے ایک خلیفہ اعظم حضرت عمر فاروق کو اور اس سے پہلی احادیث باقی اسلام کو انصاف و عبرت کی نگاہ سے دیکھیں اور غور کریں۔ کہ جس حالت میں اول ملوک اسلام امیر معاویہؓ و دیگر امراء لشکر اسلام زمانہ فاروقی کا عمل برخلاف احکام اسلام صدر اول اسلام میں جائز نہ سمجھا گیا۔ اور اس پر اعتراض ہوا تو اس وقت کے سلاطین اسلام کے افعال مخالف احکام اسلام کو کون پوچھتا ہے۔ اور احکام اسلام کے مقابلہ میں انکا اعتبار ہی کیا ہے۔

ہندوستان میں یورپ کی تہذیب پھیلانے والے سر سید نے یورپین طرز معاشرت اختیار

کرنے پر اپنی تصانیف تہذیب الاخلاق وغیرہ میں بہت زور دیا ہے۔ اور اسمیں خود دھوکہ کھایا۔ اور اپنے پیروان کو ایسے دھوکہ میں ڈال دیا کہ اب ان کو اس دھوکہ سے جان بر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ خدا تعالے اپنی تائید غیبی سے ان کو ہدایت کرے اور اس مغالطہ کے گڑھے سے خاص دستگیری سے ان کو نکالے ❖

تہذیب الاخلاق قدیم وجدید میں انہوں نے اس باب میں متعدد مضامین شائع کئے ہیں جن کا جواب بھی ان کی زندگی ہی میں اشاعۃ السنۃ جلد دوم کے نمبر ۸ لغایت ۱۱ میں اور جلد سوم کے نمبر ۱۰ میں اور جلد چہارم کے نمبر ۴ و ۵ میں ایسا دیا گیا تھا کہ پھر اس کے جواب میں انہوں نے قلم نہ اٹھایا ❖

اس مقام میں ان کے مضامین کا خلاصہ نمبر ا جلد دوم اشاعۃ السنۃ سے نقل کر کے اس کے جواب کا خلاصہ نمبر ۴ جلد ۴ اشاعۃ السنۃ سے معہ مزید تشریح نقل کیا جاتا ہے۔ اس خلاصہ کو دیکھ کر ناظرین اصل مضامین کو ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین و ایمان لائیں گے کہ مذہب خصوصاً اسلام اپنے پیروان کو طرز معاشرت میں بھی احکام مذہب کی پیروی ویسی ہی لازم کرتا ہے جیسی کہ عبادات و اخلاق میں اور اقوام غیر کی طرز معاشرت رجو ہدایات مذہب کے برخلاف ہو) اختیار کرنے سے سختی سے روکتا ہے ❖

خلاصہ مغالطہ

تہذیب الاخلاق ۱۲۹۶ھ کے مضمون مذہب و معاشرت میں آپ لکھتے ہیں کہ الہامی کتابوں میں توریت میں احکام معاشرت بکثرت بیان ہوئے ہیں۔ وہ احکام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور ایک سردار قوم کے بصلاح و مشورہ بعض دانشمندوں کے خود تجویز کئے۔ خدا کی طرف سے نازل نہ ہوئے تھے۔ یہودیوں نے ان احکام کو احکام دین اور منجانب اللہ سمجھ لیا۔ اسی طرح قرآن و احادیث میں جو احکام معاشرت بیان ہوئے ہیں وہ بھی آنحضرت نے بطور ایک سردار قوم ہونے کے بمشورہ اصحاب فرمائے ہیں۔ وہ بھی خدا کی طرف سے داخل دین نہ تھے۔ مسلمان عالموں نے یہودیوں کے قدم بقدم پیروی کر کے

اِن احکام کو داخلِ دین سمجھ لیا - اور حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم (یعنی آنحضرت کے اس قول کو کہ دنیا کے کاموں کو تم مجھ سے بہتر جانتے ہو) ایک لخت بھلا دیا - انسانوں کی بدبختی کی جڑ دنیوی مسائل کو بھی دینی مسائل میں شامل کر لینا ہے - اِس پر دلیل یہ کہ عیسائی قومیں جو اب اعلٰے درجہ کی خیال کی جاتی ہیں جب تک اس خیال میں رہیں تب تک نکمت کو پہنچ گئیں ہنود اسی آفت سے تباہ ہوئی - مسلمان اسی بدبختی کے ذلت میں مبتلا ہوئے - آخری نتیجہ ان کی بربادی کا جو سلطنت عثمانیہ پر گذرا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا - (تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ صفحہ ۲۹)

ناظرین اس تعلیم سرسید کا نتیجہ ہے جو اس وقت مسلمانوں خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ سونا اور ریشمی لباس پہنتے ہیں - ڈاڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں مونچھیں بڑھاتے ہیں - سود کھاتے ہیں - جوتیوں کے تلے تدرین اور ریشمی فرش اور درندوں کی کھالیں بچھاتے ہیں - در و دیواروں پر قیمتی پارچات و تصویریں لٹکاتے ہیں - وعلٰے ہذا القیاس یہ گناہ پہلے بھی دنیا میں ہوتے چلے آتے ہیں - مگر پہلے اہلِ مذہب ان گناہوں کو گناہ جانتے ہیں اور اپر نادم ہوتے اور شرماتے - سرسید نے ان امور کو احکام مذہب سے نکال کر ان گناہوں کو گناہ نہیں رہنے دیا - بلکہ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کا مورد و مصداق بنا کر مباح و حلال کر دیا ہے اب سود قمار وغیرہ محرمات کو حلال کہا جاتا ہے - اور قائلین حرمت کو احمق و نادان خیال کیا جاتا ہے - بعض مسلمان انگریزوں کی دعوتوں میں سؤر بھی کھا لیتے ہیں جیسے بعض ہندو گائے کا گوشت نوش فرماتے اور پھر اس کو اپنے مذہب کا خلاف نہیں سمجھتے ۔

خلاصہ جواب مغالطہ مذکورہ

قرآن مجید میں جو صدہا احکام متعلق معاشرت (کھانے پینے نکاح کرنے - طلاق دینے تجارت - زراعت و وراثت و معاملات دیوانی فوجداری کلکٹری وغیرہ) بیان ہوئے از انجملہ ساٹھ احکام نمبر ۸ جلد ۲ - اشاعۃ السنۃ میں منقول ہیں - اور حدیث نبوی میں جو ہزارہا احکام

متعلق معاشرت بیان ہوئے ہیں۔ از انجملہ ایک سو گیارہ حکم تہذیب ۹ جلد ۲ میں منقول ہیں۔ ان احکام کو قرآن نے خدا تعالیٰ کی طرف بلفظ یوصیکم اللہ و کتب و وصی و احل و حرم وغیرہ منسوب کیا ہے۔ اور احکام دین ٹھہرایا ہے۔ اور ان احکام کی خلاف ورزی پر دنیا میں سزا و حد مقرر کر دی ہے اور آخرت میں عذاب جہنم کا ڈر سنایا ہے۔ ایسا ہی قرآن کے لانے والے رسول مقبول نے احکام قرآنی اور احکام حدیثی کو خدا کی طرف منسوب کیا ہو اور احکام دین ٹھہرایا ہے۔ اور ان کی خلاف ورزی پر حد و سزا دنیوی و عذاب اخروی کا ڈر سنایا ہے۔ و از انجا کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں قرآن مجید اور کلام رسول کذب و افترا سے پاک ہے۔ لہذا جن احکام کو قرآن اور رسول مقبول نے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور داخل دین ٹھہرایا ہے ان احکام کو وہ حسب فرمودہ خدا و رسول داخل احکام دین سمجھتے ہیں اور اس میں وہ حکم خدا و رسول کے پیرو ہیں۔ نہ اپنی رائے کے پیرو ہیں نہ کسی یہودی کے حلف۔ ان احکام کی نسبت یہ کہتا کہ وہ احکام آنحضرت صلعم فی نفسہٖ اصحاب خود تجویز کئے تھے۔ اور قرآن و حدیث میں خدا کی طرف منسوب کئے گئے۔ مسلمانوں کے اعتقاد میں اس کہنے کے برابر ہے کہ قرآن مجید اور کلام رسول میں مصلحت آمیز دروغ و افترا بھی پایا جاتا ہے جس پر کوئی مسلمان قرآن کو کلام الٰہی اور آنحضرت کو رسول مقبول ماننے والا جرأت نہیں کر سکتا۔ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کو بھی مسلمان بھول نہیں گئے۔ بلکہ وہ اس حدیث کو خوب مانتے اور اس حدیث کی نسبت یہ ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ حدیث ان امور معاشرت کے متعلق نہیں ہے۔ جن امور کی نسبت خدا تعالیٰ نے قرآن میں اور آنحضرت صلعم نے حدیث میں احکام حلال و حرام فرما دئے ہیں۔ اور ان امور کو داخل دین ٹھہرایا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں خنزیر کو حرام اور پلید ٹھہرایا ہے۔ اور سود کو حرام ٹھہرا کر سود لینے والے کو خدا و رسول سے لڑائی کرنی قرار دیا ہے۔ اور ماں بہن سے نکاح کرنا حرام کیا۔ اور اسکے رسول مقبول نے مردوں کے لئے سونا اور خالص ریشمی کپڑا پہننے کو حرام کیا

اور اسپر یہ ڈر سنایا ہے کہ جو شخص دنیا میں اس کو پہنیگا آخرت میں نہ پہنیگا۔ اور آپ سے مسلمانوں کو ڈاڑھیاں بڑھانے اور موچھیں کٹوانے کا حکم دیا۔ اور ڈاڑھی مونڈانے اور موچھیں بڑھانے کو مشرکین کا عمل قرار دیا ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک سؤر کھانا اور سود لینا ماں بہن سے نکاح کرنا۔ اور مردوں کے لئے سونا ریشمی لباس پہننا اور ڈاڑھیاں مونڈوانا موچھیں بڑھانا اس حدیث کا مصداق و متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث کے مصداق و متعلق وہ ان دنیاوی امور کو ٹھہراتے ہیں جن کی نسبت خدا اور رسول نے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔ اور اُن کو داخل دین نہیں ٹھہرایا۔ اور وہ صدہا امور دنیاوی ہیں جن کے ذکر سے قرآن حدیث محض ساکت ہے مثلاً کاشت کس طرح کریں۔ کلہاڑی سے یا کسی بیلچے سے زمین نرم کر کے کس فصل میں کس چیز کو بوئیں۔ کھانا کس طرح پکائیں۔ تنور میں یا چولہے پر۔ کپڑے کس طرح سلادیں ہاتھ سے یا مشین سے۔ سواری کس چیز کی کریں۔ ریل کی یا ہاتھی کی یا بیل گاڑی کی۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس ؛

جو لوگ اس حدیث کو اس قسم دوم سے مخصوص نہیں سمجھتے۔ اور احکام قسم اول کو بھی اس حدیث کا مصداق و متعلق سمجھتے ہیں وہ پہلے برملا سؤر کو حلال کہیں۔ اور ماں بہن سے صاف طور پر نکاح کرنا جائز کریں۔ اور اس قسم کے جملہ احکام معاشرت میں خود مختاری و آزادی کا کھلم کھلا ڈھول بجائیں۔ پھر مسلمانوں کو یہ بتادیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے قرآن میں اور اُس کے رسول نے صحیح احادیث میں جو ان احکام کو داخل دین ٹھہرایا ہے اور ان کی نسبت احکام حلال و حرام کا اصدار فرمایا ہے وہ کیونکر صحیح و راست ہو سکتا ہے۔ کیا یہ چالبازی اور دروغگوئی نہیں ہے کہ پہلے تو صدہا بلکہ ہزارہا احکام لوگوں کے ذمہ لگائے جاویں اور آسمانی کتابوں میں اس کو درج کر کے اُنپر عمل و ایمان واجب ٹھہرایا جائے پھر ان سب احکام کے ماننے نہ ماننے میں ان کو خود مختار و خود رائے و آزاد کیا جائے۔ اور کیا خدا تعالےٰ اور اُسکے رسول برحق کی شان اس سے اعلےٰ و ارفع نہیں ہے۔ سرسید تو گذر گئے وہ اس حدیث کو احکام شرعیہ متعلقہ معاشرت کے مقابلہ میں پیش کرتے کے جواب وہ آپ خدا تعالیٰ کی جناب میں ہونگے ؛

ان کے خالی پیروان سے بعید نہیں کہ وہ اس سوال کے جواب میں یہ کہدیں کہ قرآن و حدیث میں احکام متعلق امور معاشرت کا درج ہو جانا مصلحت آمیز دروغگوئی یا خدا تعالےٰ یا رسول یا جامعین قرآن و حدیث کی غلطی سے ہوا ہے۔ (تعالے اللہ و حاشا رسولہ و اصحابہ عما یقولون) اور ہمکو اختیار ہے جو چاہیں (سؤر یا گدھا) کھائیں۔ جو چاہیں (سونا ریشم) پہنیں۔ جس عورت ماں یا بہن سے چاہیں نکاح کریں۔ اگر وہ صاف طور پر ایسا کہیں گے تو ہم یقین کرینگے۔ کہ وہ حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم کو جملہ امور معاشرت کے متعلق سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں مسلمان ان کو "حقیقی کم حیاں پاک" کہہ کر دائرۂ اسلام سے خارج سمجھ کر ان کے ضرر و اغواء سے بچ جائینگے کیونکہ جو دشمن نظر آوے یا دوست دکھائی دے اس سے انسان بمشکل بچ سکتا ہے اور اس سے بہت ضرر پہنچتا ہے۔ اس دشمن کی نسبت جو علیحدہ ہو کر اظہار عداوت کرے ؛

اور اگر ان میں ایسا کوئی شیر بہادر مرد میدان نہ نکلے۔ جو سؤر کھانے اور ماں بہن سے نکاح کرنے کو حلال کہے تو پھر وہ خود ہی انصاف سے کہیں کہ اس صورت میں حدیث "انتم اعلم بامور دنیاکم" ان امور کو کیونکر شامل ہو سکتی ہے جن امور معاشرت کو خدا تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول نے داخلِ دین ٹھہرایا۔ اور ان کے متعلق احکام حلال و حرام کا اصدار فرمایا ہے۔ ایسے امور کی نسبت اِس حدیث کو پیش کرنا خود دھوکہ کھانا اور نادان مسلمانوں کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے ؟ ؛

عیسائی قوموں کا امور معاشرت میں مذہب کو چھوڑ کر ترقی کے اعلےٰ درجہ پر پہنچ جانا اور ان کے مقابلہ میں مسلمان سلطنتوں کا امور معاشرت کو مذہب میں داخل کرنے کی وجہ سے نکبت و بربادی کو پہنچ جانا جو بیان کیا گیا۔ یہ بھی کمال افسوس ناک اور شرمناک مغالطہ ہے۔ اگر قومیت میں مذہب داخل ہے (چنانچہ اس کا اعتراف سر سید کی تصانیف میں بھی

* سر سید نے تو لودیانہ میں طلبا کا جواب دیتے ہوئے یہاں تک۔ فرما دیا تھا کہ خواہ تم آسمان کے تارے

پایا جاتا ہے) تو جو ترقی و عروج دنیاوی عیسائی قوموں نے احکام شرعیہ توریت متعلقہ معاشرت کو یک لخت چھوڑ کر حاصل کیا ہے یہ درحقیقت عیسائی اقوام کی ترقی اور عروج نہیں ہے۔ بلکہ ایک نئی قوم ایتھیسٹ (یا دہریہ) کی ترقی و عروج ہے۔ ان ترقی یافتہ اقوام میں عیسائی فی صدی ایک بھی نہیں ہے۔ اگر سر سید اور انکے جانشین اسی قسم کی ترقی مسلمانوں میں چاہتے ہیں تو خدا تعالے وہ دن نہ لاوے اور مسلمانان اہل ایمان کو اپنی حفظ و امن کے ساتھ اس دنیا سے اُٹھا لے۔ قبل اس کے کہ ریڈ* انڈین مسلمانوں کی سی انکی حالت ہو جائے اور اگر مذہب قومیت میں دخل نہیں ہے تو پھر موجودہ ترقی یافتہ اقوام کو وہ اپنی قوم سمجھ کر یہ من سمجھوتہ کرلیں کہ وہ ان ہی اقوام میں اور ان سے پورے طور شیر و شکر ہو جائیں۔ اور جو برائے نام ان کو دعوے اسلام ہے۔ اور بعض رسوم اسلام کا اثر ان میں باقی ہے۔ اس کو بھی خیرباد کہیں اور دور کریں۔ ہوئی ہوائی ترقی قومی ان میں موجود ہے ؛

اے حضرات مسلمان سلطنتوں کا تنزل اس وجہ سے نہیں ہوا کہ مسلمانوں نے امور معاشرت کو احکام مذہب میں داخل کر لیا ہے۔ یہ وجہ ہوتی تو زمانہ خلافت راشدہ خصوصاً زمانہ خلافت فاروقی میں (جسمیں معاشرت کو مذہب ایسا جکڑا ہوا تھا کہ غیر مذہب کی ہیئت صورت و لباس سے بھی بچنے کا حکم ہوتا تھا (چنانچہ اثر فاروقی جو صفحہ ۲۹ بیان ہو چکا ہے اسکا مؤید ہے) سلطنت اسلامی کو عروج نہ ہوتا۔ حالانکہ باتفاق مخالف و موافق مسلم و کافر مورخین

* ریڈ انڈین۔ امریکہ میں کسی وقت مسلمان تھے۔ اب انمیں اسلام کا نام بھی باقی نہیں رہا۔ ان کا نام سیکھو جیکب وغیرہ رکھے جاتے ہیں۔ یہ بات ڈاکٹر لٹینر بانی پنجاب یونیورسٹی نے مسلمانوں کے ایک ایڈریس کے جواب میں کہی تھی۔ بعض اخبارات و انگریزی رسائل میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ پہلے سے عیسائی تھے۔ ہم کو اس کی تحقیق و تنقیہ سے کوئی غرض نہیں

بن جاؤ لیکن اپنے ادب تاریخ اور اپنے مذہب سے ناواقف رہو تو تمہاری ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہلائی جا سکتی۔ (وکیل نمبر ۱ جلد ۱۲ مطبوعہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۶ء) ؛

کے اُس وقت اسلام کو وُہ عروج ہُوا تھا جس کی نظیر مسلمانوں میں کجا طبقۂ دُنیا میں کسی قوم
ترقی یافتہ میں پائی نہیں گئی +

تنزل سلطنتِ اسلامیہ میں تو اُسی وقت سے شروع ہُوا ہی جبکہ ملوکِ اسلام نے
احکام معاشرت متعلقہ سیاست وخلافت میں شریعت کا اتباع چھوڑ دیا۔ آپ نے بطور مثال
ایک سلطنتِ رُوم کو پیش کیا ہے۔ لہذا ہم بھی اسی سلطنت کے تنزل کی وجہ آپ ہی کی مسلمہ و
مشہورہ کتاب اقوم المسالک ترجمہ **نظم الممالک سید خیر الدین** وزیر ٹونس کو پیش کرتے
ہیں کہ وہ وجہ ترک شریعت متعلق احکام معاشرت تھی نہ اتباع احکام شریعت +

اِس کتاب کے صفہ ۶ میں کہا ہے جب تک مُسلمان اپنی شریعت کا احترام کرتے رہے اور
جن باتوں کی طرف اشارہ ہُوا ہے یعنے عدالت ومشاورت وغیرہ جو امور متعلقہ معاشرت وخلافت
ہیں) ان کی پابندی کرتے رہے اُس وقت تک ان کی عزّت وشوکت باقی تھی۔ اور امراءِ اسلام
کی حُسن تدبیری اور معدلت شعاری سے مُسلمانوں کی ثروت کا استحکام تھا۔ پھر صفہ ۸ میں کہا
ہے۔ عرب کی طبیعتوں میں بنی اسرائیل کی طرح یہ بات نہ تھی کہ وہ کسی قوم سے نہ مل سکتے ہوں
بلکہ برخلاف اِس کے سب قوموں سے ملتے جُلتے اور اختلاط کا عرب میں ایک یہ کمال تھا کہ وہ
جہاں جاتے اپنی عادات کو نہ چھوڑتے اور کسی کی وضع یا چال وچلن اختیار نہ کرتے۔ اِس
عبارت کو سرسید نے بالکل نظرانداز کردیا۔ اور اس کے مقابلہ میں تُرکوں کے اختیار وضع و
لباس یورپ کی تعریف کی اور خود بھی اُن کی تقلید سے یورپین وضع لباس ونشست وبرخاست
اختیار کی جنکی تقلید اب ان کے پیرو کر رہے ہیں اسپر ہم آگے چل کر بحث کریں گے) +
پھر صفہ ۹ میں ضعف وتفرق سلطنت کا ذکر کیا تو اسکا سبب بھی بتایا کہ انہوں نے
شریعت کو چھوڑ دیا۔ پھر بصفحہ ۱۹ جمعیت حاصل ہونے کا سبب بتایا تو فرمایا۔ کہ
خدا تعالے نے اپنے فضل سے سلاطین عثمانیہ کے دِل میں یہ بات ڈالی کہ انہوں نے سلطنت
کو متفق کیا اور اپنی شریعت کا احترام کیا۔ سلطان سلیمان بن سلیم نے علماء کو یہ قدرت دی کہ

اور ان کی اِس عادت نے تمام دُنیا میں انکے فضائل کو پہنچا دیا اور باوجود ملنے جلنے

اگر امیر لوگ ذرا شریعت کے حکم سے سرتابی کریں تو فوراً علماء ان کو سزا دیسکتے۔ اس زمانہ میں علما
و وزراء سلطنت بادشاہ کے حالات کے ایسے نگران رہتے۔ جیسے کہ آج زمانہ یورپ کے
ممبران پارلیمنٹ ہیں۔ بلکہ وہ اس سے بھی کسی قدر بڑھکر تھے۔ اس کے بعد جب مسلمانوں
کی سلطنت میں شریعت اسلامیہ کے موافق عمل درآمد نہ رہا اور قوانین سیاست میں شریعت
کا پاس نہ رہا اور ارکین دولت کا احتیاط کے ساتھ منتخب کرنا موقوف ہوا۔ اُسوقت سلطنت میں
پھر خرابی شروع ہوئی۔ جب ایسی خرابیاں سلطنت میں بڑھ گئیں اور شریعت کی قید اور قانون
سیاست کی پابندی جاتی رہی تو اُسوقت غیر سلطنتوں نے ہاتھ ڈالنا شروع کیا۔ لیکن تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد سلطان محمود اور اُس کے دونوں بیٹوں سلطان عبدالمجید خاں مرحوم و سلطان
عبدالعزیز دام عزہٗ نے پھر سلطنت کو سنبھالا +

پھر صفحہ ۲۵ میں کہا ہے۔ جب سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے سیاست سلطنت میں ایک
نوع قصور دیکھا تو اس نے ۱۲۵۵ ہجری میں احکام شریعت کے مطابق چند قانون سلطنت کے
حسب حال اور نافع تجویز کئے۔ اور ایک فرمان جو دستخط سلطانی سے مزین تھا وہ عامہ سلطنت
میں مشتہر کیا۔ اسکا مضمون یہ تھا۔ یہ بات سب کو معلوم رہے کہ ہماری سلطنت ہمیشہ سے احکام
شرعیہ کی تابع رہی اور اس میں شریعت محمدیہ کے قوانین کی نہایت درجہ پر اطاعت ہوتی رہی
یہ بات ظاہر ہے کہ جس سلطنت کی احکام شرعیہ کے بموجب حکمرانی نہ ہوگی وہ سلطنت زوال
کی مستحق ہوجاتی ہے۔ ہمکو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم اپنی تجویز سے نئے قانون
سلطنت ایجاد کریں اور اس قانون میں احکام شریعت کی مراعات کریں +

یہ عبارات صریح الفاظ سے ہمارے خیال کی مؤید و مصدق ہیں اور خیال سرسید کی مکذب
ہیں۔ اور صاف مظہر ہیں کہ اسلامی سلطنتوں خصوصاً سلطنت روم کی سابق تباہی و بربادی
امور معاشرت میں احکام مذہب و شریعت کی متابعت و موافقت سے نہ ہوئی تھی بلکہ احکام شریعت
کی مخالفت سے ہوئی تھی۔ سرسید نے جو کہا ہے صرف اُن کا خیال ہے نہ امر واقعی۔ متن کی

عبارت صفحہ ۸۸ کے برخلاف سرسید نے حاشیہ نظم الممالک میں ترکوں کی نشست و لباس میں
وضع یورپ اختیار کرنے کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اس تبدیل وضع و لباس کو ترقی سلطنت
کا سبب قرار دیا ہے۔ اور تہذیب الاخلاق نمبر ۹ جلد ۲ مطبوعہ ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۹۰ میں
اس کی دلیل یہ بیان کی کہ مہذب قوموں کے سامنے عزت حاصل کرنی اور حقارت سے نکلنا
اور برابر کے ملاقات اور دوستی رکھنی بغیر اس کے کہ لباس و طریقہ زندگی درست کیا جائے
بالکل ناممکن ہے"

اس تعریف اور تبدیل وضع کو سبب ترقی قرار دینے پر اشاعۃ السنۃ جلد ۴ کے نمبر ۴ و ۵
میں پوری بحث ہو چکی ہے اور خود سرسید کے اور اُن کے دونوں یار مولوی چراغ علی صاحب
و مولوی مہدی علی صاحب کے مضامین (۱) دین و دنیا کا رشتہ (۲) ترک دینے ترکوں کی معاشرت
میں اسلامی ہدایت کا اثر) (۳) اسلام کی دنیوی برکتیں (۴) لیکچر اسلامی ہدایت متعلق معاشرت
(۵) اسلام (اور اُسکی تعلیم متعلق معاشرت) (۱) تہذیب الاخلاق نمبر ۱ جلد ۲ بابت ۱۲۸۸ھ۔ تہذیب
نمبر ۱ جلد ۲۔ (۳) تہذیب الاخلاق نمبر ۲ جلد ۵ بابت ۱۲۹۱ھ۔ (۴) تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد
۴ بابت ۱۲۹۰ھ۔ (۵) تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد ۱ ۱۲۸۷ھ سے نقل کر کے ثابت کیا گیا کہ اسلامی
سلطنتوں خصوصاً سلطنت روم کے تنزل و ترقی میں اپنی وضع کو چھوڑنے اور یورپین
اوضاع کو اختیار کرنے کا مطلق اور بالکل دخل نہیں ہوا۔ جب کسی اسلامی سلطنت کو
تنزل ہوا تو امور سلطنت میں احکام شریعت کی مخالفت سے ہوا۔ اور جب ترقی ہوئی ہوا تو موافقت
احکام شریعت سے ہوئی ہے و بس +

ان سب مضامین میں ہماری اصل خیال کی پوری تصدیق اور سرسید کے اس خیال جدید کی
کہ معاشرت کو مذہب میں داخل کر دینا بدبختی کی جڑھ ہے۔ کامل تکذیب پائی جاتی ہے۔ مگر اس
مقام میں صرف سب سے پہلے اور سب سے پچھلے مضمونوں کی عبارات نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے
تاکہ اس سے ناظرین کو اصل مضامین تہذیب الاخلاق یا اشاعۃ السنۃ جلد ۴ نمبر ۴ و ۵ کے

ملاحظہ کا شوق پیدا ہو ۔

سب سے پہلے مضمون کی اصل عبارت یہ ہے "اسلام جس طرح کے اخلاق اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہے ۔ نہیں نہیں جس طرح کہ اخلاق اور روحانی نیکیاں دل میں بٹھا دیتا ہے اسیطرح تمدن اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُن کو بھی اپنے پیروؤں کے برتاؤ میں ایسا ملا جلا دیتا ہے کہ کسی طرح اس سے الگ نہیں ہو سکتیں ۔ اور بطور خلقی عادتوں کے دکھائی دیتی ہیں" ۔

اور سب سے پچھلے مضمون کی اصل عبارت یہ ہے ۔ ہمارے حالات دنیوی بھی مذہب کے تعلقات سے آزاد نہیں ہیں ۔ بلکہ ہر معاملہ میں خواہ وہ سیاست مدن کے متعلق ہو ۔ خواہ اس کو حکمت منزلی سے علاقہ ہو ۔ ہم کو شریعت کی پابندی ہے ۔ ہمارا تمدن اور معاشرت اور برتاؤ آزادانہ یعنے بلا قید شریعت کے نہیں ہو سکتا" ۔

یہ ان کی تعریف تبدیل لباس پر بحث ہے ۔ اب ان کی دلیل مذکور کا جواب دیا جاتا ہے ۔ ہمارا ذاتی تجربہ ہے ۔ اور بہت لوگ تجربہ کر چکے ہیں کہ دانا و معزز انگریز دیسیوں کی صورت لباس میں یوروپین وضع اختیار کرنے کو کمال حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ اور کوے کے لئے ہنس کی چال خیال کرتے ہیں ۔ اور جو لوگ اپنے دیسی لباس میں ان کو ملتے ہیں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔

لارڈ ڈفرن بالقابہ کے زمانہ ویسرائی میں ان کے دیسی سٹاف نے ان کو رخصت کے ایام میں دعوت دی تو انہوں نے اس شرط سے قبول کی کہ وہ اپنے دیسی لباس میں مجلس دعوت میں آویں ۔

سر سید کچھ دنوں اور زندہ رہتے ۔ اور ایسے ایسے خیالات مقالات معزز انگریزوں کے سنتے تو اپنے اس خیال سے رجوع کرتے جیسا کہ بعض اور باتوں سے ان کو رجوع کرنا پڑا ۔

سر سید نے ایک مضمون بعنوان "مہذب قوموں کی پیروی" تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد ۲ بابت سنہ ۹۰ء کے صفحہ ۳۳ میں شائع کیا ہے اُس میں صاف و صریح الفاظ میں کہا ہے ۔ ہم کو یاد رکھنا

چاہیئے کہ کوئی قوم وہ کیسی ہی عمدہ مہذب ہو مگر جو برائیاں اس میں ہیں وہ وصف نہیں بلکہ اس کے کمال کی کمی ہے۔ اگر ایک خوبصورت آدمی کے منہ پر ایک مسّہ ہے تو ہم کو خوبصورت بننے کے لئے اپنے منہ پر ویسا ہی مسّہ نہ بنانا چاہیئے۔ اس سبب سے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری قوم نے کسی سولیزڈ (مہذب) قوم کی اچھی خصلتوں میں پیروی کی ہے تو ہم کو خوشی ہوتی ہے۔ اور جب یہ سنتے ہیں کہ اسنے ان کی برائیوں میں پیروی کی ہے شراب پینی شروع کی ہے جوا کھیلنا سیکھا ہے بے قید ہو گیا ہے۔ تو ہمکو نہایت افسوس ہوتا ہے"

سرسید تو گذر گئے۔ اس مضمون کو پڑھ کر ہم کو سرسید کے پیرو یورپین وضع و لباس و صورت اختیار کرنے والے بتادیں کہ ڈاڑھی صفاچٹ کرنے اور تنگ پتلون پہن کر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کونسی تمدنی خوبی و فائدہ ہے جو ڈاڑھی رکھنے میں نہیں ہے۔ ولایتی بوٹ میں (جو کم سے کم دس روپیہ کو آتا ہے) کونسا تمدنی و اخلاقی فائدہ و خوبی ہے جو پنجابی۔ پشاوری۔ کابلی جوتے میں جو کہ دو روپیہ میں آتا ہے نہیں ہے *

اور وہ یہ بھی بتادیں کہ اگر اس طرز وضع میں بھی فوائد ہیں اور وہی مدار تہذیب و ترقی ہیں تو پھر کیا صدہا یورپ کے مہذب جو ڈاڑھیاں نہیں مونڈاتے ان فوائد سے محروم ہیں اور وہ مہذب ترقی یافتہ نہیں کہلاتے *

عربستان۔ افغانستان وغیرہ اسلامی بلاد میں جو بہادر بوٹ و پتلون نہ پہنتے۔ دیسی جوتے اور عربی نعلین اور ڈھیلے پائجامے بلکہ لنگ (تہبند) انکے لباس تھے وہ ملکی و تمدنی ترقی میں بوٹ پتلون والوں سے کچھ کم تھے عرب نے جو لنگ باندھ کر اور نعلین پہن کر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک ملکی ترقی کو پہنچایا اور تھوڑے عرصہ میں چار دانگ عالم میں انکی بہادری کا نقارہ بج گیا۔ اسکی نظیر کسی بوٹ پتلون پوش قوم میں کوئی دکھا سکتا ہے؟

ان کے ذکر کو برا سمجھ کر رہنے دو۔ انگریزی افواج میں سکھوں اور گوروں کا باہم موازنہ کرو۔ سکھ جو اپنے چہروں پر ڈاڑھیاں اور سروں پر کیس (لمبے لمبے بال) رکھتے ہیں ان گوروں سے

کم ہیں جو ڈاڑھی سر صفاچٹ کراتے ہیں ۔

جاپان اِس وقت تہذیب و ترقی تمدنی میں یورپ سے بڑھا ہوا ہے۔ اِس کا طرزِ معاشرت یورپ کے برخلاف ہے پھر وہ کس طرح ترقی کر گیا۔ ایک جاپانی سیاح نے اپنے لیکچر میں جو بمقام الٰہ آباد ۱۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو اُس نے دیا تھا انگریزوں کی بھری مجلس میں جس میں چیف جسٹس میر مجلس تھا کہا تھا کہ ہمارے گھر میز کرسیوں و یورپین طرز کی سجاوٹ سے خالی ہوتے ہیں۔ مصفا گھروں میں سیتل پٹی (ایک قسم کی چٹائی ہوتی ہے) کے فرش پر دو زانو و چار زانو ہم لوگ آرام سے بیٹھتے ہیں زمین پر بیٹھنے میں بہ نسبت کرسی میز کے زیادہ کفایت شعاری و آرام ہے۔ زمین پر کسی قدر اُٹھی ہوئی چوبی خوانوں پر جو میز کا کام دیتی ہیں ہم کھانا کھاتے ہیں اُٹھنے بیٹھنے کے کمروں میں بہت کم ایسی چیزیں رکھی جاتی ہیں جس سے جگہ گچ پچ ہو جاتی ہے۔ الخ ۔ (وطن ۲۳ مارچ ۱۹۰۶ء)

اِس لکچر سے سرسید کے ایک پیرو نے یہ نتیجہ نکالا ہے جو اخبار وطن ۳۰ مارچ میں مشتہر ہوا ہے کہ نہ انگریزی تہذیب انگریزی طرزِ معاشرت کو مشرقی طرز پر کچھ افضلیت ہے بلکہ ہمارا مشرقی ڈھیلا ڈھالا لباس و طرزِ نشست و برخاست ہماری آب و ہوا و خصوصیتوں کے لحاظ سے زیادہ آرام دہ ارزاں و مفید۔ البتہ قدرے اصلاح ترمیم و کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے۔

اِن نظائر خصوصاً آخری نظیر جاپان کو پڑھتے سُننے کے وقت ہمارے مخاطب نئی تہذیب کے عاشق انصاف سے کام لیں گے۔ تو ہمارے سوالات کا صاف الفاظ میں یہ جواب دیں گے کہ اکثر اوضاع اقوام غیر متعلق ہیئت و لباس جو مسلمانوں نے اختیار کی ہیں ان میں ملکی یا قومی تمدنی یا اخلاقی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور جس حالت میں اِن اوضاع میں سے بعض اوضاع ایسی بھی ہیں جن کے اختیار کرنے سے ان کے مذہب میں ممانعت آچکی ہے۔ لہذا اُن اوضاع میں ان کی پیروی و تقلید اقوام غیر جائز نہیں ہے ۔

ایسے امور کو (جن سے مذہب مانع ہے) چھوڑ کر وہ اِن امور متعلقہ معاشرت میں اقوام غیر سے جن کو دنیاوی و ملکی اغراض کے لئے مفید پاویں اسکو کام میں لاویں ہنر کی نقل

بندوقوں میکسم توپوں کو لڑائی کے وقت کام میں لاویں۔ ریل پر سوار ہوں۔ انگریزی ساخت کے کپڑے (جو نامشروع نہ ہوں) قلم۔ کاغذ۔ لفافے وغیرہ اشیاء استعمال کریں۔ وعلیٰ ہذا القیاس شریعت اسلامی ایسے امور اقوام غیر کے استعمال سے مانع نہیں بلکہ بانیٔ شریعت نے خود بھی ایسے امور کو استعمال کیا ہے۔ جنگ احزاب میں خندق کا استعمال اسی قسم سے ہے۔ اور ایسے ہی امور کی نسبت سید خیر الدین امیر ٹونس جیسے ضرورت شناس اعیانِ اہل اسلام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اور ایسے امور میں سلاطین سلطنت عثمانیہ وغیرہ اقوام غیر کے طرز و طریق کو عمل میں لانا کسی اعتراض کا محل نہیں ہے بلکہ محل تحسین و آفرین ہے ÷

ناظرین کہینگے ؎ کجا بود اشہب کجا تاختیم ÷ بحث کیا تھی جوتوں بوٹوں سمیت نماز پڑھنے میں اور چلے کہاں گئے جنگی میدانوں اور فوجی ساز سامانوں میں ÷

اے حضرات! بوٹ پہنکر فرشوں پر نماز پڑھنا ہمارا اصل بحث تھا۔ چونکہ یہ فعل مسلمانوں نے یورپ کے ہنڈیوں سے سیکھا ہے اسلئے یورپ کے اوضاع میں سلسلہ بحث چلا گیا۔ اس بحث سے اصل مسئلہ حکم پنجم خوب واضح ہوگیا کہ بوٹ یا جوتے سمیت فرش پر نماز پڑھنا سُنتِ نصاریٰ ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے ÷

پانچویں حدیث سے جو ابوداؤد سے منقول ہوئی ہے یہ چوتھا حکم ثابت ہے۔ اسمیں جو آنحضرت صلعم کا فعل (جوتا اُتار کر نماز پڑھنا) بیان ہوا ہے۔ وہ بیان امر افضل کے واسطے ہے۔ کیونکہ جوتا پہنکر نماز پڑھنا صرف بیان جواز کے واسطے مسلّم و مقرر ہو چکا ہے نہ افضلیت کے لئے۔ اسمیں افضلیت لائق تسلیم ہے نہ صرف بنظر مخالفت یہود ہے نہ نفس فعل میں۔ چنانچہ عبارات نیل الاوطار اور فتح الباری میں منقول ہے

دوسری وجہ افضلیت جوتا اُتار کر نماز پڑھنے کی یہ ہے کہ جوتا اُتار کر نماز پڑھنے میں احتمال نجاست (جو اکثر جوتے میں لگ جاتی ہے) باقی نہیں رہتا۔ اور اسے یقین کے ساتھ پاکی سے نماز ادا ہوتی ہے۔ جو جوتا پہنکر نماز پڑھنے میں حاصل نہیں ہوتا۔ ممکن و محتمل ہے کہ

جوتے میں نجاست ہو۔ اور نمازی کو اس کا اُتارنا یا صاف کرنا یاد نہ رہے۔ چنانچہ خود سرور کائنات فخر موجودات کو ایسا اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ بصفحہ (۱۵) اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ جوتا اُتار کر نماز پڑھنے میں یہ احتمال اُٹھ جاتا ہے۔ اور بے احتیاطی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسی نظر سے بعض علماء اسلام نے جوتا پہن کر آنحضرت کے نماز پڑھنے سے اوروں کے لئے (جو آنحضرت کیسی احتیاط نہ کریں) جوتا پہنکر نماز پڑھنا اخذ نہیں کیا۔ چنانچہ مجمع البحار میں کہا ہے۔ آنحضرت کے اس فعل سے کہ آپ جوتا پہنکر نماز پڑھ لیتے تھے غیر کا (جو آپ

> ولا یوخذ منه لغیره صلی الله علیه وسلم لان حفظ غیره لا یلحق به ثم ان فعل لا یفعل فی المسجد لئلا یفضی الی الفساد بل لا یدخل فی المسجد بالنعل غلو عنه الا وهو فی کر یحفظ
>
> (مجمع البحار صفحہ ۳۷۳ ج ۳)

جیسا محتاط نہ ہو) حکم نہیں اخذ کیا جاتا کیونکہ اس کی حفاظت (واحتیاط) آپ کی حفاظت (واحتیاط) سے نہیں مل سکتی۔ پھر اگر کوئی جوتا پہن کر (بشرط احتیاط)۔ پڑھے بھی تو مسجد میں یہ فعل نہ کرے تاکہ رفتہ رفتہ بے احتیاطی سے فساد پیدا نہ ہو۔ لوگ نجس جوتے سے مسجد میں جانا شروع نہ کر دیں۔ بلکہ مسجد میں جوتا اُتار کر جاویں تو بھی جوتے کو کہیں چھپانے کی جگہ رکھدیں۔ ہم نے ٹرکی کے سیاحوں کی زبانی سُنا ہے اور مسجد جامع لاہور میں ایک ٹرکی نائب کانسل کو لوگوں نے دیکھا بھی تھا۔ کہ وہاں کی مساجد میں جن بوٹوں سمیت نماز پڑھتے ہیں تو اُن کے نیچے تلوے بطور ربر پائے لگے رہتے ہیں۔ اور جب مساجد میں جاتے ہیں تو ایک ٹھوکر سے ان تلووں کو جھاڑ کر دیتے ہیں وہ تلوے نماز کی جگہ فرشوں پر جانا نہیں پاتے۔ ٹرکی کی مساجد میں اُن تلووں کے واسطے صندوق رکھے رہتے ہیں۔ اور ان کے بوٹ جن سے وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ موزوں کی مانند زمین پر لگنے سے محفوظ رہتے ہیں *

ہمارے ملک کے مہذب اگر بوٹوں سمیت نماز پڑھنا اور بوٹوں سمیت فرش پر چلنا پھرنا ترک نہ کر سکیں تو کاش ٹرکی اسلامیوں ہی کی تقلید کریں۔ اپنے بوٹوں کو ایسے تلوے لگالیں جو مسجد اور

اور فرش پر آنے کے وقت جو جُدا ہو سکیں - اور زمین پر پھرنے والے بُوٹوں سے نماز پڑھنے سے بچیں ؛

صاحب مجمع البحار نے جس فساد کا ذکر کیا ہے - اس کا تجربہ ہم نے خود کر لیا ہے جہاں بے احتیاطی شروع ہوئی وہاں دروازہ فساد کھلا ہے ؛

لاہور کی مسجد چینیانوالی میں (جس کو خاکسار نے عرصہ تقریباً چالیس سال سے آباد کیا تھا) ایک اندھا پشاور سے جوتا پہنکر نماز پڑھنے کے مقدمہ کا اپیل عدالت چیف کورٹ میں لایا اور اس خاکسار کے فتوے سے کہ پاک جوتا پہنکر نماز پڑھنا جائز ہے - وہ اس مقدمہ میں کامیاب ہوا ؛

جب وہ اس مقدمہ میں کامیاب ہوا تو اس کو یہ مسئلہ بتایا گیا کہ جوتا پہنکر اگر وہ پاک ہو نماز پڑھنا صرف جائز در رخصت ہے - اور جوتا اُتار کر نماز پڑھنا افضل ہے - تم اس مقدمہ میں کامیاب تو ہو گئے ہو - اب اس رخصت پر عمل کرنے پر اصرار نہ کرو - جوتا اُتار کر نماز پڑھنا افضل ہے - اسپر عمل کیا کرو - تم اندھے ہو جوتے کے پاک ناپاک ہونے کو خود دیکھ نہیں سکتے تمہارے لئے احتیاط اسیں ہے کہ جوتا اُتار کر مسجد آیا کرو - اس ضدی نے اس مسئلہ احتیاط کو نہ مانا - اور مسجد کے فرش پر کیچڑ بھری جوتیاں لانا شروع کر دیا - اور خدام مسجد چینیانوالی نے دو جاہل متعصب (جنمیں اخیر ایک مرزائی ہو کر خود مسجد سے نکل گیا - اور دوسرا اخیر چکڑالوی کا پیرو ہو گیا - اور جبراً مسجد سے نکالا گیا) اس اندھے کے حامی بن گئے - ان ضدیوں کے مقابلہ کے لئے چند احباب معتقد خاکسار کھڑے ہو گئے - اور اخیر انکے فساد و تکرار کی رپورٹ کوتوالی لاہور میں ہوئی - اور قریب تھا کہ فوجداری مقدمات عدالت تک نوبت پہنچتی اس فساد سے بچنے کے لئے خاکسار نے مسجد چینیانوالی کی امامت جمعہ و جماعت پنجگانہ ترک کر دی - اور اس اندھے متعصب کا انجام یہ ہوا - کہ وہ آخر عیسائی ہو کر مرتد ہو گیا ؛

ایک عجیب مثال اور سُن لو - سنہ ۱۹۵۰ء میں خاکسار حسب اجازت امیر صاحب مرحوم والیٔ

سلطنت کابل کابل پہنچا۔ اور چالیس روز تک امیر صاحب مرحوم کا مہمان رہا تو وہاں فوج و اراکین سلطنت میں انگریزی وردی کا رواج عام ہو جانے کے سبب مسجدوں میں بوٹ سمیت جانے اور نماز پڑھنے کا رواج عام دیکھا۔ جس مسجد متصل دولت خانہ میر منشی صاحب (جو خاکسار کا فرودگاہ تھا) خاکسار کو نماز کے لئے جانا ہوتا۔ اس کے فرشوں وغیرہ پر کوئی جگہ ایسی نہ ملتی۔ جس پر بوٹوں کے تلووں کے مٹی خشک اور بعض اوقات تر پائی نہ جاتی۔ جو آتا مٹی کو جھاڑ کر دری پر نماز پڑھتا۔ کوئی اپنا رومال بچھا لیتا۔ امیر صاحب مرحوم مرض نقرس کے سبب اپنے پاؤں چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ اور مسجدوں میں نہ جاتے اور یہ حال مسجدوں کا خود ملاحظہ نہ فرماتے۔ اور ان کی شوکت و جبروت کے سبب کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ یہ نقص امیر صاحب کی خدمت میں عرض کرتا +

حال کے امیر صاحب بادشاہ افغانستان خدا کے فضل سے احکام دین کے بہت پابند سنے جاتے ہیں۔ اور امید ہے کہ وہ بذات خود جمعہ و جماعت کے لئے مساجد میں تشریف لے جاتے ہونگے۔ اور ان کی توجہ سے یہ نقص رفع ہو گیا ہوگا۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ نقص (مسجدوں میں بازاروں کے پھرنے والے بوٹوں سمیت جانا) اب تک باقی ہے تو ان کی خدمت میں نہایت ادب اور تعظیم عاجزانہ التماس ہے کہ وہ بوٹوں سمیت مسجدوں میں جانا حکماً موقوف کر دیں۔ اور اگر کسی حکمت عملی سے اسکو ترک نہ کر سکیں تو سلطنت روم کی طرح بوٹوں کے نیچے زیر پائیاں لگانے کا حکم جاری فرما دیں۔ تاکہ مسجد میں جانے کے وقت وہ زیر پائیاں اُتاری جایا کریں۔ اور بوٹ موزہ کی مانند پاک و محفوظ رہ کر مسجد میں جانے پاویں +

جوتا اُتار کر مسجد میں جانا اور اس سے نماز پڑھنے کا افضل ہونا (جو ہمارے فتوے کا حکم چہارم ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہوا۔ اور دلائل عقلی بھی اس کی تائید میں مذکور ہوئے +

اس سے بڑھ کر کوئی اہل علم بالحدیث اس فعل کو حد وجوب تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور پاک جوتا پہن کر مسجد میں جانے اور اس سے نماز پڑھنے کو حرام یا ناجائز نہیں بتا سکتا ؏

آجکل کے بعض اہل علم معاصر نے یہ تشدد کیا ہے اور پاک جوتے سمیت مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کو ناجائز و گناہ قرار دیا ہے۔ اور اسپر اس آیت سے استدلال کیا ہے جسمیں ذکر ہے کہ خدا تعالے نے حضرت موسیٰ کو جب وہ وادی مقدس میں حاضر ہوئے تھے فرمایا تھا۔ اے موسے اپنی جوتیاں اُتار دے کیونکہ تو مقدس (پاک) وادی (میدان) میں ہے۔

> یا موسیٰ انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی ۝
>
> (طٰہٰ - ع - ۱)

خاکساران کی اس منفرد رائے سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ اور نہ استدلال کو صحیح سمجھتا ہے ؏

یہ آیت اس باب میں نص قطعی (جس کا حکم حرمت کے لئے قطعی ہونا ضروری ہے) نہیں ہے کہ حضرت موسے کا جوتا پاک تھا۔ و معہذا صرف ادب مکان کے واسطے اس کو اُتارنے کا حکم ہوا۔ بلکہ برعکس اس کے اس آیت میں جوتا اُتارنے کی علت پاک ہونے میدان کو قرار دیا تو آیت بہ پکار الفاظ مشعر ہے کہ وہ جوتا ناپاک تھا۔ اسیواسطے اس کے اُتارنے کی علت پاک ہونے میدان کو ٹھہرایا۔ اور اگر وہ جوتا پاک ہوتا تو پاک ہونے میدان کو حکم اُتارنے کی علت نہ ٹھہرایا جاتا ؏

ہر چند یہ بھی ایک احتمال ہے کہ بوجہ ادب مکان جوتا اُتارنے کا حکم ہوا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ بلا واسطہ جوتے کے ان کے پاؤں اس زمین سے برکت حاصل کریں چنانچہ مفسرین امام رازی۔ بیضاوی۔ امام بغوی وغیرہ نے ان وجوہات کو بھی بیان کیا ہے۔ مگر نجس ہونا جوتے کا ظاہر الفاظ آیت سے سمجھا جاتا تھا۔ لہذا اس وجہ کو امام رازی نے اور وجوہات کے بیان سے مقدم کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اس قول و حکم خداوندی کے لئے وجوہات

> ذکروا فی قولہ فاخلع نعلیك وجوھا احدھا
>
> کانتا من جلد حمار میت ولذلك امر بخلعھا

الصیانة للوادی ولذلک قال عقیبه انک بالواد المقدس طوی - وهذا قول علیؓ وقول مقاتل والکلبی والضحاک والسدی الثانی - انما امر بخلعها لینال قدمیه برکة ولواد ی وهذا قول الحسن وسعید بن جبیر ومجاہدؒ والثالث ان یحمل ذلک علی تعظیم البقعة من ان یطاها الا حافیا (تفسیر کبیر صفحہ ۱۶ - ج ۶)

بیان ہوئی ہیں - ایک یہ کہ حضرت موسیٰ کی جوتیاں مُردہ گدھے کے چمڑے کی تھیں - اسواسطے اِس حکم کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ تُو وادی مقدس میں ہے - یہ وجہ حضرت علی و مقاتل و کلبی و ضحاک و سدی نے بیان کی ہے دُوسری وجہ کہ جوتا اُتارنے سے آپ کے قدمول کو زمین کی برکت پہنچے - تیسری یہ کہ جوتا اُتارنا بوجہ تعظیم مکان ہو کہ اسمیں آپ بجز ننگے پاؤں نہ چلیں ؎

ناظرین یہ آخری دونوں وجہیں عقلی اور احتمالی ہیں - اوّل وجہ پر نقل حضرت نبویؐ بھی شاہد ہے ؎

تفسیر معالم میں ہے کہ حکم جوتے اُتارنے کا سبب حضرت ابن مسعودؓ نے آنحضرتؐ سے

کان السبب فیه ما روی عن ابن مسعود مرفوعا کانت من جلد حمار میت ویروی غیر مدبوغ (معالم صفحہ ۵۷۶ وهکذا فی البیضاوی)

یہ نقل کیا ہے کہ وہ جوتا مُردہ گدھے کے چمڑے سے تیار شدہ تھا جو دباغت شدہ نہ تھا - ایسا ہی بیضاوی میں ہے ؎

کمالین میں ہے کہ ترمذی اور امام مالک نے کعب احبار سے نقل کیا ہے - وہ گدھے

وکان نعلاه من جلد حمار میت رواه الترمذی ومالک عن کعب الاحبار او من جلد خنزیر کما رواه ابن ابی حاتم عن عکرمه (کمالین حاشیہ جلالین)

کے چمڑے کا تھا - اور ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ خنزیر کے چمڑے کا تھا ؎

پس اس احتمال قوی کے ساتھ جو نقلاً بھی مؤید ہے کب کسی اہل علم کو جائز ہے کہ وہ اس آیت سے اِس دعوے پر استدلال کرے کہ آپ کا جوتا اُسوقت پاک تھا اور صرف تعظیم مکان کے واسطے اس کو اُتارنے کا حکم ہوا تھا ؎

بحکم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال - یعنی جب کسی دلیل میں مدعا کے خلاف کا احتمال ہو تو اس سے استدلال باطل ہو جاتا ہے - صرف یہ عقلی احتمال کہ وہ جوتا نجس ہوگا اس استدلال کو باطل کرتا ہے - اور یہاں تو نقل سے بھی ثابت ہوا ہے کہ وہ جوتا ناپاک تھا - اس آیت سے غلط و باطل استدلال کرنے والے ہمعصر حضرت موسیٰ کے جوتے کا ناپاک ہونا بعید سمجھتے ہیں - اور نقل تفاسیر و آثار سے آنکھ بند کر کے صرف اپنی عقل ناقص سے کہتے ہیں کہ یہ امر یقینی ہے کہ ایک رسول کے کپڑوں یا جوتوں کی نسبت ہرگز گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ملوث اور ناپاک ہوں - کیونکہ ہر وقت وہ بارگاہ ایزدی کی حضوری میں رہتے ہیں انکو اپنے بدن - کپڑے - جوتیاں پاک رکھنے کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے ۔

مگر وہ صاحب اس امر کو بھول گئے ہیں کہ جسوقت حضرت موسےٰ ع کو یہ واقعہ پیش آیا تھا - اسوقت تک نہ وہ نبی تھے نہ رسول - ان کو اس وقت تک ہر وقت کا حضور ہوتا کجا اور کب میسر تھا - وہ تو پہلا ہی موقع تھا کہ ان کو حضور دربار الٰہی (وادی مقدسہ) نصیب ہوا - الفاظ قرآن اور سیاق و سباق کا بھی ان کو ذہول ہو گیا - اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ حضرت موسیٰ کو منصب رسالت کب ملا تھا ۔

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اسوقت نبی بھی ہوتے اور فہرست درباریوں میں آپ کا نام نامی درج ہو چکا ہوتا - تب بھی نادانستہ نجاست کا ان کے جوتے میں موجود ہونا کوئی تعجب و استبعاد کا محل نہ ہوتا ۔

سید المرسلین و فخر الاولین مسلّم درباری اور دائمی حضوری آنحضرت صلعم کی نعلین میں نجاست کا لگ جانا - اور آپ کو اسکی خبر نہ ہونا اور بحالت نماز جبرئیل علیہ السلام کے بتانے سے آپ کا جوتے کو اتار دینا (جو بصفحہ ۱۵ منقول ہو چکا ہے) ابھی آپ کو معلوم نہیں یا یاد سے جاتا رہا - اور اگر معلوم اور یاد ہے - تو پھر حضرت موسیٰ ع کی نسبت جو اسوقت تک رسول بھی نہ تھے - یہ استبعاد کیا معنے رکھتا ہے ؟

یہ جواز نماز بالنعلین کے متعلق نقلی بحث ہے - اب ہم بالنعلین جواز عقلی دو حرفی گفتگو کرتے ہیں - کیونکہ آجکل اکثر لوگ خصوصاً اخباری لوگ عقل کو نقل سے مقدم سمجھتے ہیں - اے حضرات! عدم جواز کا مدار ماخذ و منشا آپ لوگوں کے نزدیک جوتیوں کا چمڑے سے تیار ہونا ہے - تو چاہیئے کہ آپ موزوں سے نماز کو ناجائز کہیں اور اگر جوتیوں کا پاؤں سے ملاحق ہونا ہے تو چاہیئے کہ آپ جرابوں کے ساتھ نماز پڑھنا ناجائز قرار دیں - بلکہ مناسب اور شرط انصاف تو یہ ہے کہ نماز اور مسجد کی طرف آنے کے وقت پاؤں کو بھی علیحدہ کر دینے اور گھر میں رکھ آنے کی کوئی تجویز نکالیں - جب پاؤں، ایسی چیز ہے کہ اُن کی ملاصقت اور مجاورت جرابوں کو ناقابل لبس بوقت نماز بنا دیتی ہے تو پاؤں کو بحالتِ نماز بدن کے ساتھ رکھنا کب مناسب ہے ◆

اور اگر مدارِ ممانعت و عدم جواز صرف نجاست ہے جو جوتیوں میں لگ جاتی ہے تو پھر انصاف سے کام لیکر پاک جوتیوں کو موزہ کی مانند سمجھ کر ان میں نماز پڑھنے کو جائز کہیں - اور جو جوتا ناپاک ہو جائے - اس کو پاک کرنے اور لائق نماز بنانے کی وہ صورت تسلیم کریں جو آپ کے ہادی اور اسلام کے بانی اور ان کے پیروان عظام محدثین و فقہاء کرام نے تجویز فرمائی ہے کہ جوتے کو رگڑ کر صاف کر لیا کریں - صرف اپنی عقل ناقص و رائے قاصر سے کام لیکر مسلمانوں کی نسبت عقلی احکام نافذ نہ کیا کریں - اور نہ جوتے کے بابت ہندوؤں کی تقلید کریں جو صرف پاؤں میں آجانے سے جوتے کو نجس العین قرار دیتے ہیں نہ عبادت گاہوں میں اس کا لانا جائز رکھتے ہیں نہ کھانے پینے کے مکان یا وقت میں اسکا پاؤں میں رکھنا ◆